قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

جون 1993ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور

ادارِیہ

کسی قوم کی ترقی کے اسباب تو کئی ہو سکتے ہیں۔ تعلیم، ٹیکنالوجی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی اصولوں کا درست استعمال اور سیاسی استحکام وغیرہ۔ یوں کہئے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اُس کے اصولوں کا درست استعمال رائج ہو جائے تو وہ قوم ترقی کی راہ پر چل پڑتی ہے۔ اصول تو ہر چیز کے موجود ہیں ہزاروں کتابیں اور تحریریں موجود ہیں۔ پھر ان اصولوں کا استعمال کسی قوم کیلئے ممنوع نہیں۔ مگر چند قومیں ترقی کر جاتی ہیں باقی غربت اور پسماندگی کے دلدل سے نکل ہی نہیں پاتیں۔ کہنے کو تو یہ درست ہے کہ وہاں سیاسی حالات سازگار نہیں ہو پاتے۔ مگر جو قوم اپنی زندگی کا تمام اختیار صرف سیاسی لیڈروں کے سپرد کر دے۔ اُن کا ایسا ہی حشر ہونا فطرتی امر ہے۔ سیاست زندگی کا ایک اہم جز ضرور ہے۔ مگر زندگی کے باقی تمام شعبے لیڈر شپ سے خالی اور مفلوج ہوں تو سیاسی کھلاڑی پورس کے ہاتھیوں کی طرح اپنی ہی فوج کو روند ڈالتے ہیں۔ جس قوم میں زندگی کے مختلف شعبوں میں صحیح اور مخلص لیڈر شپ موجود ہو تو عظمت و عزت اُسی قوم کو نصیب ہوتی ہے۔ اسلام نے ایک بڑا سادہ مگر انتہائی اہم اصول دیا ہے۔ کہ کسی کام یا سفر میں خواہ دو ہی افراد کیوں نہ ہوں ایک کو امیر چن لیا جائے۔ دو افراد کی باجماعت نماز میں اسی اصول کی اہمیت اور تربیت کا اہتمام موجود ہے۔ کوئی پولیس سارجنٹ ہو یا بس ڈرائیور۔ دونوں ہی اپنے اپنے شعبے میں لیڈر ہیں۔ کسی ایک کی اہمیت صدرِ مملکت سے کم نہیں۔ مگر اس قوم نے تمام اہمیت صرف سیاسی کھلاڑیوں کو دے رکھی ہے۔ اگر کوئی گروہ یا تحریک سیاسی قوت یا حکومت حاصل کر بھی لے اور ایک فرد کو خلیفہ کا خطاب دے ڈالے تب کونسا انقلاب برپا ہو جائیگا؟ جو لوگ حقیقت میں امورِ حکومت چلا رہے ہیں پھر بھی وہی چلاتے رہیں گے۔ فرق کیا پڑے گا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ راتوں رات ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو ہر شعبے اور ہر لیول پر نظام کو سنبھال لیں۔ نہ یہ ممکن ہے کہ اسلامی نظام آتے ہی تمام پاپی ایمان لے آئیں گے۔ صرف تبلیغ کرنے والوں اور نمازیوں کی بھرمار سے اسلامی انقلاب نہیں آئیگا۔ ہر شعبۂ زندگی کے ہر لیول کیلئے صحیح لیڈر شپ کی تربیت کا انتظام کئے بغیر اور ایسے لوگ پیدا کئے بغیر قوم کی زندگی میں تبدیلی لے آنا سنہرے ماضی کا خواب ہے انقلاب نہیں۔ ہر شعبۂ زندگی کیلئے لیڈر پیدا کرنا آسان نہیں مگر اسلامی انقلاب کی ضرورت ضرور ہے ——— تاج رحیم

اعتماد

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

سورۃ احزاب کی بائیسویں پارے میں ان لوگوں سے خطاب ہے جنہیں دولت ایمان نصیب ہے یا جو ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں ایمان نام ہے اعتماد علی الرسول کا۔ اللہ کے نبی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے پورے اعتماد کا نام ایمان ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کرنے کا حکم دیا ہے اسے اس لیے کیا جائے کہ یہ اللہ کی اطاعت ہے اللہ کی مرضی اس میں ہے اللہ کی پسند یہ ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ جو کام کرنے کا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے شاید اس کے خلاف کیا جاتا تو مشکل تھا یا اس کے خلاف کوئی کمی تھی کمزوری تھی جس کی وجہ سے وہ کر نہیں سکتے تھے تو انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تو یہ ہو گی ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اس طرز معاشرت کو' اس طرز زندگی کو' یا جسے آپ تہذیب کہتے ہیں اس تہذیب کو جو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں دی انہوں نے سمجھا کہ یہ کوئی کمزوری ہے' موسیٰ علیہ السلام میں کوئی کمی ہے وہ ایسا کام کر نہیں سکتے اس لیے اس کے خلاف کرنے کا حکم دے دیا۔ مثلاً بہت بڑی ایک وجہ جو مفسرین لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ قوم موسیٰ علیہ السلام بھی بڑی مہذب تھی یعنی ان میں حجابات نہیں تھے بڑی بے حجاب قوم تھی تو جب غسل کے لیے جاتے تو بھی اجتماعی غسل کرتے سارے کپڑے اتار دیتے اور دریا میں' تالاب میں' حمام میں ننگے نہاتے جس طرح آج کی تہذیب ہے وہ بھی اس ترقی پر پہنچے ہوئے تھے تو موسیٰ علیہ الصلوۃ و السلام نے پردے کا حکم دیا۔ اور خود سب سے الگ ہو کر پردے میں غسل فرماتے۔ تو قوم نے اس کو اطاعت الٰہی سمجھنے کی بجائے موسیٰ علیہ السلام کی کمزوری سمجھا اور یہ سمجھا کہ ان میں کوئی جسمانی نقص ہے یہ اپنا جسم دوسروں کے سامنے ننگا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے یا اس نقص کی وجہ سے' شرمندگی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ان کا منہ بند کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام دریا پر غسل فرما رہے تھے الگ تھلک تھے تو ایک پتھر پر آپ علیہ السلام نے کپڑے اتار کر رکھے اور دریا میں اتر گئے جب غسل کر کے باہر واپس تشریف لائے تو وہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ نکلا آگے آگے پتھر تھا پیچھے پیچھے موسیٰ علیہ السلام تھے اسے سخت سست کہہ رہے تھے۔ غصے ہو رہے تھے۔ لاٹھی گھما رہے تھے اور دھیان کپڑوں کی طرف تھا تو وہ شور دوسروں نے بھی سنا اور دوسروں نے انہیں دوڑتا دیکھا بھی۔ تب پتھر نے کپڑے دے دیئے۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں اس طرح میں نے انہیں موسیٰ علیہ السلام دکھا کر ان کا یہ وہم دور کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام جسمانی طور کسی نقص میں مبتلا ہیں۔ اس لئے جسم دکھانا نہیں چاہتے یا انہیں کوئی مرض ہے جسم پر یا کوئی داغ ہے یا کوئی پھوڑے ہیں یا کیا مصیبت ہے۔ تو فرمایا یا یھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسی ۔ فرمایا انہوں نے ایذا دی اپنے رسول علیہ السلام کو اپنے نبی علیہ اسلام کو پریشان کیا۔

فبراہ اللہ مما قالوا ۔ انہوں نے وہ اوہام جوڑ رکھے تھے تو اس سے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو بری کر دیا۔ اب اس میں بتایا یہ جا رہا ہے کہ ایمان نام ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے پورے اعتماد کا' بھروسے کا۔ اگر وہ بھروسہ اور وہ

اعتماد صحیح نہیں ہے تو جتنا وہ بھروسہ کمزور ہے اتنا ایمان کمزور ہے مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت کے حلال و حرام طریقے ارشاد فرمائے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان طریقوں کو اختیار کیا جائے تو معاشرت یا معیشت جو ہے وہ کامیاب نہیں ہو سکتی ہمارا اکنامک سسٹم فیل ہو جائے گا۔ اس میں جہاں تک یہ ایک بات ہے کہ ہم حرام کی طرف بڑھ رہے ہیں حرام کھا رہے ہیں جرم کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ دوسری بات یہ ہے کہ جب ہم اس سسٹم پہ اعتراض کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نافرمانی باری کے ساتھ اللہ کی نافرمانی کے ساتھ ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو بھی آ جاتا ہے کہ معاذ اللہ نبی علیہ السلام نے ہمیں ایسی بات بتائی جس میں سراسر نقصان ہے یا نبی علیہ علیہ السلام سمجھ نہیں سکتے تھے یا ان حالات سے واقف نہیں تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی آگاہی نہیں تھی کہ ان ضرورتوں کو سمجھ پاتے۔

ایک ہوتا ہے کہ دین کے کسی حکم پر بندہ عمل نہیں کر سکتا یہ گناہ ہوتا ہے جرم ہے، فسق ہے، دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ اس کو قابل عمل ہی نہیں سمجھتا۔ کہ ایسا ہونا ہی ممکن نہیں۔ یہ گناہ نہیں ہے۔ یہ کفر ہے۔ یہ دین سے انکار ہے۔ یہ ایمان کے خلاف ہے یہی ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ہوتی ہے وہ بدترین کفر ہوتا ہے تو یہ کہنا کہ اللہ کا یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم جو ہے یہ قابل عمل نہیں ہے یہ ایمان کے پورے پورے خلاف ہے اور صراصر کفر ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہاں یہ کہنا کہ حکم درست ہے ہم اس پر عمل نہیں کر رہے یہ ہماری کمزوری ہے یہ گناہ ہے یہ ماننا کہ جو اللہ نے فرمایا جو اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ بات وہ صحیح ہے ہم عمل کیوں نہیں کر رہے۔ ہم کمزور ہیں ہم میں کمی ہے۔ ہم سے عمل نہیں ہو پا رہا۔ ہم لالچ میں آ گئے ہیں یا ہم طمع میں آ گئے ہیں۔ یا ہم گناہ کر رہے ہیں۔ تو یہ گناہ ہو گا اس میں ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔ بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے اور بندہ کمزوری اپنی طرف کرتا ہے لیکن کسی بھی معاملے میں صرف ایک بیع و شرائع کا نہیں ہے۔ نکاح و طلاق کا ہے کوئی وراثت کی تقسیم کا ہے بے شمار لوگ کہتے ہیں جی یہ کیا بات ہوئی اس طرح وراثت بانٹنا صحیح نہیں ہے۔ ہم کیسے بچیوں کو دے دیں اور وہ اگلے خاندان میں چلی جائیں اور اس پہ بڑی بڑی لڑائیاں ہوتی ہیں جھگڑے ہوتے ہیں اور لوگ ان سے جائیداد اپنے نام کروا لیتے ہیں یا قتل کی دھمکی دیتے ہیں جھگڑے کرتے ہیں کیوں اس طرح کرتے ہیں؟ اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے تو یہ کہنا کہ یہ صحیح نہیں ہے شاید اس طرح ہم من حیث القوم سارے کہتے ہیں کہ یہ سودی نظام بند کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے بغیر اکنامکس سسٹم نہیں چل سکتا۔ تو یہ نہ صرف کفر ہے بلکہ ساتھ ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔

اور اللہ کریم فرماتے ہیں کہ جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دی اور اللہ نے انہیں بری کر دیا اس لیے کہ وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے تم وہ نہ کرنا چونکہ وہ بنی اسرائیل تھے اور ان کے نبی موسیٰ علیہ السلام تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور نبی بھی آنے تھے اور دین بھی آنے تھے اور کتابیں بھی آنی تھیں اور وہ ایک تسلسل تھا اس میں ٹوٹ پھوٹ کے بعد ریپئر کی گنجائش بھی تھی لیکن تم آخری امت ہو اور تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہاں سے جو ٹوٹے گا اس کے لیے بعد میں مرمت کی گنجائش نہیں۔ کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی اور کوئی نیا واپسی کا رستہ نہیں رہے گا۔ اس لیے تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اپنے تعلق کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راسخ رکھو اور کوئی ایسا جملہ منہ سے نہ کہو۔ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالو کوئی ایسا خیال دل میں نہ لاؤ جس میں

بداعتمادی یا بے اعتباری کا رخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جائے۔ بلکہ کمزوری کا رخ اپنی طرف رکھو اور فرمایا یا یہا الذین امنوا اتقوااللہ وقولوا قولا سدیدا جب تم ایمان لائے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو اور بات وہ کرو جو پکی اور کھری ہو جس بات میں وزن ہو جس بات میں لاجک ہو جو بات کہنے کے قابل ہو اور قول سدید وہی قول ہو گا جسے اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید حاصل ہو۔

ایک چھوٹی سی کمپیوٹر انسان نے بنائی ہے اس چھوٹی سی مشین میں بے حساب سسٹم ہیں گنے نہیں جاتے ایک چھوٹا سا سسٹم یہ ہے کہ ہم دو بٹن پریس کریں تو پوری جماعت کا ڈیٹا اس چھوٹی سی مشین میں فیڈ ہے کون کہاں ہے؟ کیا کرتا ہے؟ اس کا پورا ایڈریس اس میں موجود ہے۔ اس میں کوئی سینکڑوں گیمیں بچوں کی موجود ہیں لکھنے پڑھنے کا سسٹم موجود ہے سال یا اس میں آپ سو سال کی ڈائری بھر سکتے ہیں ایک سو دو سال کی آپ اپنے روزانہ کے پروگرام فیڈ کریں بے شمار چیزیں ہیں کل کیا کرنا ہے صبح کیا ہونا ہے شام کیا ہونا ہے چاند کب نکلے گا سورج کے ڈوبنے کا وقت کیا ہے نماز کے اوقات کیا ہیں دنیا کے کس ملک میں اس وقت کیا بج رہا ہے کونسا مہینہ تھا بے شمار معلومات اس میں آ سکتی ہیں۔ لیکن اسے جو کچھ ہم نے فیڈ کر دیا ہے اس میں وہی ہے وہ اپنی طرف سے اگر اس میں کمی بیشی کرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ مشین خراب ہے کمپیوٹر کام نہیں کر رہا یا یہ صحیح نہیں ہے جو کچھ اسے ہم نے دے دیا اسے وہی کرنا ہے۔ تو اگر ہم اپنے پروگرام میں جو مشین ہم نے بنائی ہے اس میں اتنی ایکوریسی اور اتنی صحت کی متمنی ہیں کہ اس میں کوئی غلطی نہ آئے تو جو نظام رب العلمین نے بنایا ہے اس میں کسی غلطی کا امکان ہے؟ اس دنیا کے بنانے سے پہلے اللہ کریم نے اس کا ایک پورا نظام بنا دیا۔ ایک سسٹم بنا دیا ایک کتاب میں جسے لوح محفوظ کا نام دیا گیا ہے اس میں سارا درج کر دیا۔ پھر اس کے بعد یہ سارا نظام بنا۔ پھر اس کے بعد زمینیں آسمان بنے۔ ان میں انسان بنے جن بنے۔ فرشتے بنے۔ بھی مخلوق پیدا ہوئی۔ درخت بنے پتے بنے تو اب اگر بڑے بڑے کسی صحرا میں بے شمار گھاس اگتی ہے تو ہر تنکا اس پروگرام میں ہے جو روز ازل دیا گیا ہے کہ فلاں جگہ فلاں تنکا اگے گا۔ بے شمار طوفانی بارشیں جو آتی ہیں ان کا ایک ایک قطرہ اس پروگرام میں فیڈ کیا گیا ہے۔ کہ فلاں قطرہ فلاں وقت فلاں جگہ برسے گا۔ بے شمار مخلوق جو پیدا ہوتی ہے ایک لمحے میں کتنی چیزیں کتنے کیڑے کتنے مچھر کتنی مکھیاں کتنے جانور کتنے پرندے کتنے آبی جانور کتنے انسان کتنے حیوان پیدا ہوتے ہیں کوئی گن نہیں سکتا۔ ہر ایک لمحے میں کتنے مرتے ہیں کوئی نہیں گن سکتا لیکن اللہ کا وہ کمپیوٹر جسے اس نے لوح محفوظ کا نام دیا ہے اس میں سارے گنے ہوئے ہیں اور ہر ایک چیز اپنے اپنے وقت پر آ رہی ہے۔

بچے گیمیں کھیل رہے ہوتے ہیں کمپیوٹر پر۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک گیم کے کوئی سولہ سترہ پراسس ہیں ایک ایک پراسس پہ ان کے پندرہ بیس منٹ لگ جاتے ہیں۔ صبح شروع کرو تو شام تک ایک گیم چلتی جائے گی ہر گیم میں بے شمار لوگ آتے ہیں بے شمار لڑائی ہوتی ہے بے شمار فائرنگ ہوتی ہے جہاز آتے ہیں ہیلی کاپٹر آتے ہیں سمندر آتا ہے خشکی آتی ہے مختلف فیگر' مختلف سپاہی آتے ہیں ان کی وردیاں مختلف ہیں ان کے ویپن مختلف ہیں اور وہ لڑتے مختلف طریقے سے ہیں فائر مختلف طریقے سے کرتے ہیں تو اتنی اس میں باریکیاں ہیں کہ آدمی کی عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن کبھی ان کے رنگ میں' قد میں' ایک ایک لائن میں' ایک ایک حرکت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ویسے کے ویسے ہوتے ہیں تو اگر بندے نے ایک چھوٹی سی مشین ایجاد کر کے اس میں اتنی باریکیاں رکھی ہیں تو ہم سمجھنا بھی چاہیں تو ہم جب تک اس میں سے چلیں گے نہیں اسے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اگلے قدم پر کیا ہو گا؟ آپ اگلا بٹن دبائیں گے۔ آپ آگے بڑھیں گے تو پتہ چلے گا آگے کیا ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر کچھ پتہ نہیں چلتا اگر اس میں جو

کچھ فیڈ کیا گیا ہے اس کے خلاف آتا ہے تو پھر ہم گیم چھوڑ دیتے ہیں پھر ہم کہتے ہیں یار کوئی نئی ڈیک منگاؤ یہ تو ختم ہو گئی ہے۔ یہ خراب ہو گئی ہے۔

اسی طرح اس نظام کو ایک ایک چیز فیڈ کر دی گئی ہے اس میں کھانا پینا بھی ہے اس میں معیشت بھی ہے اس میں حکومت و سلطنت بھی ہے صحت و بیماری بھی ہے میرے اور آپ کے سود لینے یا نہ لینے سے اس نظام پہ کوئی اثر نہیں پڑتا۔ صرف ہمارے کردار پہ پڑتا ہے۔ یہ جو ہے سمجھتے ہیں نا' پوری قوم یہ سمجھتی ہے کہ ہم نے سود لینا چھوڑ دیا تو معیشت تباہ ہو جائے گی۔ میاں یہ معیشت اللہ نے فیڈ کر دی ہے جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اللہ نے مسلمانوں کو مکہ پہ قبضہ دیا تو سارے عرب بالخصوص مکہ اور مکہ کے گردونواح کے قبائل کی معیشت کا مدار حج پر تھا جو حج کفار عہد جاہلیت میں کرتے تھے اور اس پر پورے عرب سے جمع ہوتے تھے تو وہ صرف حج نہیں ہوتا تھا وہ بہت بڑی منڈی بھی ہوتی تھی۔ ہر بندہ کوئی چیز ساتھ لاتا تھا بیچنے کے لیے کوئی چیز یہاں سے خرید کے لے جاتا تھا۔ باقاعدہ تجارتی میلہ ہوتا تھا بہت بڑا اور اس میں مکے والے تجارت کر کے بھی کماتے تھے اور مکے والے ان سے مختلف ٹیکس بھی لیتے تھے یہ بہت بڑی آمدن تھی جو بھی وہاں بنی ہوئی تھی باڈی مکہ میں اقتدار کی' اس کے لیے۔ جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو اللہ کریم نے حکم دے دیا کہ حرم میں آئندہ کوئی کافر داخل نہیں ہو گا۔ اب یہ صرف کافروں کے داخلے کی بات نہیں تھی۔ بات اس میں حکومت کی اور مسلمانوں کی معیشت کی بھی تھی۔ کافر تو نہیں آئیں گے۔ جب حرم سے منع کر دیں گے تو صرف منڈی کے لیے تو نہیں آئیں گے۔ آتے تو حج کے نام پر تھے۔ آپ کہیں گے کہ ہم آپ کو اس کافرانہ رسم پہ حج نہیں کرنے دیں گے کہ آپ نے جن رسومات کا نام حج رکھا ہوا ہے وہ حج نہیں ہے۔ حج کے لیے ایمان شرط ہے اور حج اس طرح کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے تو اس طرح تو کافر نہیں کریں گے تو بغیر ایمان کے آپ انہیں حرم میں داخل نہیں ہونے دیں گے تو وہ صرف منڈی کے لیے کب آئیں گے دوسرے حرم کی حدود دور دور تک ویرانے تک ایک طرف تو کوئی بیس پچیس میل تک چلی جاتی ہے تو پھر وہ اس کے اندر بھی نہیں آ سکتے تو کیسے آئیں گے اگر حدیبیہ تک حرم کی حد ہے اس طرف یمن کی طرف بہت دور تک ہے۔ تو اللہ نے جہاں اس کا حکم دیا کہ کوئی کافر حرم میں داخل نہیں ہو گا وہاں فرما دیا۔

وان خفتم علیتہ" اگر تمہیں بھوک کا ڈر ہو پیسے کی کمی کا اندیشہ ہو تمہیں اپنی معیشت کے نقصان کا اندیشہ ہو۔

فسوف یغنیکم اللہ۔ تو فکر نہ کرو اللہ تمہیں غنی کر دے گا کافروں والے سورس پہ بھروسہ نہیں کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ پورا کرنا تمہارا کام ہے۔ تمہاری معیشت کو تمہارے سسٹم کو سہارا دینا یہ اللہ کا کام ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حکم نافذ فرما دیا کفار کا داخلہ بند ہو گیا اور مسلمانوں پر بجائے تنگی کے اللہ نے مزید فراخی دی یعنی اس کی وجہ سے مسلمانوں کی معیشت تنگ نہیں ہوئی۔

تو جو بھی حکم عبادت کا ہے نماز کا ہے روزے کا ہے حلال اور حرام کا ہے حقوق اور فرائض کا ہے وہ سارے کے سارے زندگی کو حسین بنانے کے لیے اپنے حقوق کو استعمال کرنے اور دوسرے کے حقوق کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنے آپ کو آرام دینے اور دوسروں کو بھی تکلیف سے بچانے کے لیے اور اللہ کی اس کائنات پر اسلام اس لئے ہے کہ لا تفسدو فی الارض۔ اللہ نے زمین کو خوبصورت آرام دہ اور رزق سے بھرپور بنایا ہے اللہ کی نافرمانی کر کے اسے ڈسٹرب نہیں کرو۔ اس میں فساد مت ڈالو۔ جیسے کمپیوٹر کے پروگرام میں کسی ایک جگہ ہم کوئی خرابی یا مس ہینڈ لنگ کر دیں تو وہ سارا سسٹم تباہ ہو جائے گا ایک تار غلط لگا دیں ساری مشین جل جائے گی اسی طرح فرمایا جب تم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہو اپنی دانست پر تم

کہتے ہو سود لئے بغیر معیشت نہیں سنبھلتی۔ اس لیے ہم ضرور لیں گے۔ تو یہ صرف نافرمانی نہیں ہوتی بلکہ تم اس سسٹم کو ڈیمیج کرتے ہو جو دنیا کی آبادی کے لیے ہے۔ جب اس سسٹم کو تم نقصان پہنچاتے ہو تو اس نقصان کی وجہ سے بے شمار لوگ قتل ہوتے ہیں۔ بے شمار ڈاکے پڑتے ہیں بے شمار عزتیں لٹتی ہیں۔ بے شمار شہر جلتے ہیں بے شمار مسجدیں گرتی ہیں۔ بے شمار قرآن کریم جلائے جاتے ہیں تو کیوں ہوتا ہے یہ سب۔ یہ تمہارے جلوس نکالنے سے نہیں رک جائے گا تمہاری نعرہ بازی اسے نہیں روکے گی۔ بلکہ یہ تار جو توڑی ہے نافرمانی کر کے اسے جوڑنے کی کوشش کرو۔ جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی چھوڑی ہے وہاں سے اسے اختیار کرو معیشت میں حرام کھا رہے ہو تو حرام کو چھوڑو حلال کی طرف آؤ کاروبار میں بد دیانتی کرتے ہو تو چھوڑ دو اور دیانت داری سے کرو۔ حکم دینے کے لیے رشوتیں لیتے ہو تو رشوتیں لینا چھوڑ دو اور لوگوں کو انصاف مہیا کرو اللہ کریم فرماتے ہیں۔

ظهر الفساد فی البرو البحر بما کسبت ایدی الناس۔

زمین اور خشکی کو اللہ فرماتے ہیں میں نے امن سکون آرام اور لوگوں کو پالنے کا حکم دیا ہے یہ پالنے کی بجائے نگلنا کیوں شروع کر دیتی ہیں زمین بھی اور سمندر بھی خشکیاں اور تریاں یہ فساد پھیل جاتا ہے اور گولیاں چلتی ہیں آگ برستی ہے بندے تباہ ہوتے ہیں کیوں؟ بما کسبت ایدی الناس۔ لوگوں کے کرتوت اسی تباہی کا سبب بنتے ہیں آپ جہاں بھی اس پروگرام کو مس ہینڈل کریں گے جہاں بھی توڑیں پھوڑیں گے جہاں بھی ادھر کا بٹن ادھر اور ادھر کی تار ادھر لگائیں گے ٹوٹ پھوٹ تو ہوگی اس پورے نظام میں۔ جب کوئی اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور خصوصاً جب مسلمان کرتا ہے تو پھر بہت زیادہ تباہی ہوتی ہے کیونکہ کافر مکلف ایمان لانے کا ہے۔ کافر ایمان لانے کے بعد شریعت کا مکلف ہوگا اور مومن مکلف ہے شریعت کے ہر ہر حکم پر عمل کرنے کا۔ آپ نے دیکھا ایک کافر ساٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوتا ہے تو ساٹھ سال کی نمازیں اسے قضا نہیں کرنا پڑتیں۔ ساٹھ سال کے روزے نہیں رکھنا پڑتے ساٹھ سال کی زکوۃ نہیں۔ اس لیے کہ اس عمر میں اس پر وہ سب کچھ فرض ہی نہیں تھا وہ تب فرض ہوا جب وہ ایمان لایا تو کافر کا کفر اتنا نقصان دہ نہیں ہوتا اگرچہ کفر بڑی مصیبت ہے لیکن وہ خود کافر کے لیے نظام کائنات کو، کفر اتنا تباہ نہیں کرتا جتنا مسلمان کی نافرمانی کرتی ہے۔ ہم اس پہ خوش ہیں کہ ہم نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں ہم تو مسلمان ہیں ہم حلال کھائیں یا نہ کھائیں ہم تو مسلمان ہیں تو اگر مسلمان مسجد کی تہہ میں بارود لگا دے اور کہے کوئی بات نہیں میں تو مسلمان ہوں تو وہ بارود تو تباہی کرے گا۔ کفر سے اللہ پناہ دے۔ کفر بہت بڑی مصیبت ہے اور آخرت کی ہمیشہ کی تباہی ہے لیکن اسلام بھی وہی ہے جس میں اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو اگر اطاعت نہیں ہے تو تمام آئمہ کے نزدیک ایمان کا ثبوت ہی عمل ہے اور ہم عمل نہیں کرتے تو کوئی ثبوت نہیں۔

اب آپ اپنے آپ سے پوچھئے میری بات پہ نہ جائیے کہ میں کیا سمجھتا ہوں میں فتویٰ نہیں دے رہا میں اپنی رائے بتا رہا ہوں کہ میں اسے کس انداز میں سوچتا یا سمجھتا ہوں آپ بھی ایک رائے رکھتے ہیں آپ خود سوچیے کہ جو شخص یہ رائے رکھتا ہے کہ سود نہ لینے سے نقصان ہوگا سود لینے میں نفع ہے اور سود چھوڑنے والے حکم پہ عمل ممکن نہیں تو کیا وہ نبی علیہ السلام کی نبوت پہ پورا ایمان رکھتا ہے۔ آپ خود اپنے انداز میں سوچیں کہ آپ کا ضمیر کیا جواب دیتا ہے کہ کیا وہ نبی علیہ السلام کو نبی ہی سمجھ رہا ہے یا ایک معاشیات کا ماہر سمجھا ہے کہ وہ کہیں بھول گیا ہوگا۔ ایک ڈاکٹر دوائی تجویز کرتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر نے غلطی کی ہوگی۔ ایک سائنس دان ایک کلیہ بتاتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں ہمارے جیسا انسان ہے وہ اس فن میں ہم سے زیادہ پڑھا ہوا ہے

لیکن نبی جو بات کرتا ہے وہ بات انسان کی نہیں ہوتی۔ نبی وہ بات کہتا ہے جو اسے اللہ بتاتا ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نقص یا کمزوری منسوب کرنا ہی تو کفر ہے اور کفر کے سینگ ہوتے ہیں؟ عمل نہ کرنا بھی بہت بڑی خرابی ہے لیکن انکار تو کفر ہے اگر عمل نہ بھی ہو سکے کسی حکم پر خود اپنی طرف کمزوری ہم سمجھیں اپنے کو کمزور ہم سمجھیں۔

تو فرمایا اگر تم یہ خرافات چھوڑ دو یعنی صرف یہ طے کر لو کہ جو نبی فرماتے ہیں وہی صحیح ہے اور ہمیں وہی کرنا چاہیے تو اللہ نے بڑا پکا وعدہ کیا ہے۔ میں جو بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے جس بات کے لیے میں نے اتنا وقت لیا وہ صرف ایک بات ہے دیکھو اللہ نے کیا عجیب وعدہ فرمایا ہے۔

قولوا قولا سدیدا اگر تم پکی اور مضبوط بات کرو **یصلح لکم اعمالکم** تو تمہارا کردار میں صحیح کر دوں گا۔ کتنی بڑی بات ہے اگر سمجھی جائے۔ ہم کہتے ہیں ہماری معیشت بگڑے گی۔ ہم کہتے ہیں ہماری سیاست میں خرابی ہو گی اللہ فرماتا ہے کہ تم یہ طے کر لو کہ بات وہی سچی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تو تمہارا سارا نظام میں درست کر دوں گا۔ **یصلح لکم اعمالکم**۔ میں تمہارا کردار بھی صحیح کر دوں گا تمہیں نیکی کی توفیق بھی دے دوں گا۔ تمہیں عبادت کی توفیق بھی دے دوں گا تمہیں رضائے الٰہی حاصل کرنے کی توفیق بھی دے دوں گا اور صرف یہی نہیں۔ **ویغفرلکم ذنوبکم** آج تک جتنے گناہ کر چکے ہو میں وہ بھی معاف کر دوں گا۔ لیکن اپنے دل میں یہ یقین تو پیدا کرو کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سچ ہے۔ تمہارے پاس تو وہ بھی نہیں۔

کتنی عجیب تصویر کھینچی ہے اللہ کی کتاب نے آج کے مسلمان کی اللہ فرماتا ہے ہے صرف یہ نہیں کہ تمہارے اعمال خراب ہیں صرف یہ، نہیں کہ تم گناہ کرتے ہو اصلی بات یہ ہے کہ تمہیں میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد ہی نہیں ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ جو ہم کرتے ہیں یہ زیادہ عقل مندی کا کام ہے اور جس کا حکم شریعت نے دیا ہے نبی نے دیا ہے اللہ نے دیا ہے یہ بے وقوفی کی بات ہے۔ تو بھلا ایسے میں کیسے بھلا ہو گا۔ تو کتنا بڑا وعدہ کرتا ہے رب جلیل فرماتا ہے **قولوا قولا سدیدہ** ○ تم مضبوط بات منہ سے نکالو تم اپنے دل میں سوچ سمجھ کر یہ یقین سے کہہ دو کہ اللہ اور اللہ کے رسول علیہ وسلم کا حکم ہی سچا ہے اور میں اسی کو سچ سمجھتا ہوں **یصلح لکم اعمالکم**۔ تمہیں نیکی کی توفیق میں دے دوں گا۔ **ویغفرلکم ذنوبکم** ۔ اور آج تک جتنے گناہ کر چکے ہو میں وہ بھی معاف کر دوں گا۔

اور پھر فرماتا ہے یاد رکھو **ومن یطع اللہ و رسولہ** ۔ جس بندے نے اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کر لی اطاعت کر لی۔ **فقد فاز فوزا عظیما**○ وہ ناکام نہیں ہوتا بہت بڑی کامیابی اس نے حاصل کر لی یہ تم کیا سوچتے ہو کہ یہ دین پر عمل کرنا قدامت پسندی ہے یہ دین پر عمل کرنا غیر مہذبانہ رویہ ہے کسی نے دوسری شادی کر لی تو بلیم ہے کہ جی دوسری شادی ہندوؤں میں نہیں ہے عیسائیوں میں نہیں ہے انہوں نے کیوں کر لی۔ کوئی عورت بیوہ ہو گئی نکاح ثانی کرے تو بلیم ہے۔ زکوٰۃ کا موقع آئے تو زکوٰۃ دینا سمجھتے ہو روپے ضائع کرنے کے برابر ہے۔ سود سے روکا جائے تو سمجھتے ہو کہ نقصان ہے پیسے نہ لینا۔ جائیداد میں حصہ دینا پڑے تو سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے جی کیوں نہیں۔ تو پھر کیا تعلق ہے تمہارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۔ کس بات پر تمہیں اعتماد ہے۔ حلیے تک تم نہیں چاہتے کہ تمہارا حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو۔ تم داڑھی رکھنا بھی خلاف تہذیب سمجھتے ہو کہ تم دین کو اتنا گیا گزرا سمجھتے ہو کہ اپنے نبی علیہ السلام جیسا حلیہ بنانا بھی تم سمجھتے ہو یہ وحشیانہ حلیہ ہے غیر مہذب حلیہ ہے۔ کافروں جیسا چہرہ ہو تو وہ قابل عزت و احترام ہے اور اس کے ساتھ تم امید یہ رکھتے ہو کہ تم پر رحمتوں کی بارشیں نازل ہوں تم یہ سمجھتے ہو کہ بڑی عزت ہو مساجد کی۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ

قرآن کا احترام ہو گا۔ تمہارے اس کردار کے بعد جس کتاب سے تم تمہارا تعلق ہے جو شخص دین کے احکام کو غیر مہذب یا فضول کہتا ہے اس نے کیا قرآن کو غیر مہذب کتاب اور فضول کتاب نہیں کہا۔ دین کے احکام کہاں سے آئے ہیں؟ اس نے یہی بہتان یہی فتویٰ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں دیا؟ اس نے یہی الزام خود ذات باری پر نہیں لگایا؟ اوراب وہ مسلمان بھی ہے۔ تو میرے بھائی اعمال میں اصلاح چاہیے؟ احوال میں اصلاح چاہیے یا نظام میں اصلاح چاہیے اللہ کے احکام کو یقینی حتمی اور جان سے عزیز سمجھ لو اللہ فرماتا ہے کہ میں تمہیں نیکی کی توفیق بھی دے دوں گا اور میں تمہارے سارے گناہ بھی معاف کر دوں گا لیکن میرے نبی علیہ السلام پر اعتماد تو کرو۔

تو سب سے بڑا کام جو کرنے کا ہے یہ ہے کہ ایمان نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتبار اوراعتماد کا اور ایمان ہر شخص کا ذاتی ہوتا ہے موروثی نہیں ہوتا یہ کسی کے پیچھے چلنے سے نہیں ملتا اپنے دل کی ایک کیفیت اور حالت ہوتی ہے اپنے دل میں یہ تجزیہ کر کے یہ طے کر لو کہ حق وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ یہ یقین کر لے گا اسے نیکی کی توفیق بھی مل جائے گی اس کے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے اور وہ کبھی ناکام نہیں ہو گا یہ ٹھیکہ اللہ نے لے لیا ہے۔ کتنا سیدھا سیدھا اور کتنا سستا سودا ہے کہ تم کرو کچھ نہیں لیکن اپنے اندر یہ یقین تو پیدا کر لو فرمایا اس کے بعد کرنے کا انتظام بھی میں جو کروں گا توفیق دوں گا جواب تک غلط کر چکے ہو وہ بھی سارا معاف کر دوں گا۔ کمال نہیں ہو گئی یعنی اللہ کے کرم کی اور اللہ کی رحمتوں اور اللہ کی نعمتوں اور اس کے انعامات کی کیفیت دیکھو اس کی کوئی انتہا کوئی قید ہی نہیں لگائی کہ تم نے کیا گناہ کیا کتنے گناہ کئے بڑے کئے چھوٹے کئے کس عمر میں کئے کب کئے فرمایا۔

یغفرلکم ذنوبکم کہ تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا کوئی چھوٹا بڑا کوئی قید نہیں رکھی۔ کہ تم نے ڈاکے کیے قتل کیے چوریاں کیں زنا کیے اغوا کئے کیا کیا ' کفر کیا' شرک کیا' بتوں کی پوجا کی' کیا کیا۔ کوئی قید نہیں رکھی۔ یغفرلکم ذنوبکم۔ تمہارا ہر گناہ معاف کر دوں گا۔ یصلح لکم اعمالکم۔ تمہیں نیکی کی توفیق بھی دے دوں گا لیکن قولوا قولا سیدیدا۔

بنی اسرائیل کی طرح میرے نبی علیہ السلام پر اعتراض کرنے سے تو رک جاؤ۔ یعنی اگر تم دین کے احکام کا مذاق اڑاتے رہو گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر تمہیں اعتراض ہو گا اور تم نبی علیہ السلام کے اشادات کو غلط سمجھو گے ترقی کی راہ میں روکاوٹ سمجھو گے تو پھر تو یہی کچھ ہو گا جو تمہارے ساتھ ہو رہا ہے تو یہ مسجدیں تمہاری وجہ سے گرائی جا رہی ہیں اور قرآن حکیم کے یہ نسخے جلے ہیں ان میں آگ لگانے کے ذمہ دار تم لوگ ہی ہو تمہارا کردار تمہارے جلوس اسے نہیں روکیں گے ہاں تمہارا اعتماد علی الرسول علیہ السلام ایک انقلاب کا سبب بن سکتا ہے اور یاد رکھو!

جو شخص اپنے وجود میں تبدیلی نہیں لا سکتا اپنے یقین میں تبدیلی نہیں لا سکتا اپنے کردار میں اور اعمال میں تبدیلی نہیں لا سکتا وہ سڑکوں پر بے شک نہ ناچے وہ دنیا میں تبدیلی نہیں لا سکتا یہ ناچے گا تو اپنا وقت بھی ضائع کرے گا توڑ پھوڑ کرے گا تو دوسروں کا بھی نقصان کرے گا شور کرے گا تو لوگوں کو بھی ڈسٹرب کرے گا جو بندہ جسے پانچ چھ فٹ کا باڈی سٹرکچر دیا گیا ہے اسے سیدھا نہیں کر سکتا اس کی اصلاح نہیں کر سکتا وہ دنیا کی اصلاح کرنے چل پڑتا ہے یہ کیسے ممکن ہے اور اس کی اصلاح ایمان سے ہے یقین سے ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر اعتماد سے ہے۔

صحابہ کے اعتماد کا یہ حال تھا کہ کبھی صحابی نے حکم سننے کے بعد سوچنا گوارا نہیں کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے کچھ لوگ کھڑے تھے باہر سے آ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا سا جملہ فرمایا۔ بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گئے ایک صحابی باہر سے آ رہے تھے وہ مسجد کے دروازے سے

باہر تھے گلی میں اور دروازے سے باہر دروازے کے سامنے وہ وہیں بیٹھ گئے ۔ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب نماز کے بعد حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بیٹھ جانے کے لیے اس لیے نہیں فرمایا تھا کہ گلی میں ہو تو گلی میں ہی بیٹھ جاؤ میں نے تو بیٹھ جانے کا کہا تھا کہ تم اندر آ جاتے تو فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر سوچنا' یہ ممکن نہیں۔ میں نے سنا آپ فرما رہے ہیں بیٹھ جاؤ میں جہاں تھا میں بیٹھ گیا تو کتنی چھوٹی سی بات ہے لیکن کس یقین کو ظاہر کرتی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جرنیل تھے قادسیہ کی جنگ میں ایک صحابی گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا بہت بڑے لشکر تھے کفار کے۔ مسلمان تیس بتیس ہزار سے زیادہ نہیں تھے چھ سات لاکھ کے ساتھ مقابلہ تھا میں اگلے روز بھی قادسیہ کی تاریخ پڑھ رہا تھا ڈیڑھ لاکھ تو ایک گورنر کی فوج تھی اس کے ساتھ کوئی ساڑھے چار لاکھ افواج جو تھی وہ قیصر کی تھی چھ لاکھ کے مقابلے میں کوئی تیس ہزار تیس ہزار سے کچھ زیادہ انہوں نے لکھا ہے اکتیس نہیں لکھے تیس ہزار دو سو ہوں گے تیس ہزار چار سو۔ اکتیس ہزار نہیں تھے۔ تیس ہزار سے کچھ زیادہ۔ ایک صحابی سالار لشکر ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمانے لگے میں تھک گیا ہوں انتظار کرتے کرتے میں جا رہا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی پیغام ہے تو مجھے دے دیں۔ کہنے والا بھی صحابی ہے سننے والا بھی ابو عبیدہ ابن الجراح ہے۔ انہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا دست بستہ اور یہ عرض کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن فتوحات کی خبریں دی تھیں یمن فتح ہو گا اور فارس فتح ہو گا اور قیصر فتح ہو گا تو اللہ نے وہ فتوحات ہمیں عطا کر دی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ اب اس ڈیلنگ کا دیکھیں وہ ادھر سے پلٹا تو اکیلا اس ڈیڑھ لاکھ کفار کے لشکر میں گھس گیا اور لڑتا لڑتا شہید ہو گیا آپ اسکے اس یقین کو دیکھیں جو اسے یقین کامل تھا ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ حقیقی زندگی آخروی زندگی ہے اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گا۔ وہ میرے پاس آئے گا۔ اس کا نام ہے ایمان اور جہاں ہمیں دو پائی کا نقصان ہوتا ہے۔ وہاں ہم تجزیہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ جہاں ہمیں کچھ آمدن نظر آتی ہے وہاں مسلمان بن جاتے ہیں۔ وہاں اسلام اپنا لیتے ہیں۔ جہاں کچھ اپنے پلے سے جاتا بظاہر دکھائی دے وہاں ہمیں اسلام کڑوا لگنے لگتا ہے جہاں ہمیں کوئی دنیا کی آمدن نظر آتی ہے وہاں ہم اسلام اپنا لیتے ہیں پیر بھی بن جاتے ہیں مولوی بھی بن جاتے ہیں سیاست دان بھی بن جاتے ہیں حکمران بھی بن جاتے ہیں لیکن جب کچھ پلے سے دینا پڑے کچھ تکلیف اپنی طرف آتی ہو تو میرے بھائی یہ اسلام نہیں ہے۔

اسلام یہ ہے کہ پورے کا پورا اعتماد اللہ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اصلاح احوال کچھ بھی مشکل نہیں اگر مسلمان آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن مضبوطی سے تھام لے تو دنیا میں کامیاب ترین قوم ہے ہی مسلمان۔ کافر کے لیے کامیابی مقدر ہی نہیں ہے۔ اگر کافر مسلمانوں پہ غالب ہے یا دنیا میں۔ ہماری ہمدردی اپنی جگہ۔ لیکن جہاں جہاں مسلمان قتل ہو رہے ہیں کافر اور مسلمان کی لاش پڑی ہو شناخت ممکن ہے۔ تو کیا بات کرتے ہو بھائی میرے۔ جہاں جہاں اجتماع ہوتا ہے حکمرانوں کا۔ حکومتوں کا وزیروں کا۔ کافر اور مسلمان مل کر بیٹھیں تصویر یا ٹیلی ویژن دیکھ کر آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے وہ کافر ہے؟ کون ہے؟ ظاہر کی شناخت ہی نہیں رہی۔ اتنا فرق بھی نہیں رہا۔ کہ کوئی گدھے گھوڑے کا فرق ہی ہو کہ نظر آئے یہ گدھا ہے یہ گھوڑا ہے۔ وہ بھی مٹ گیا۔ اب سے کئی سال پہلے اب تو عادی ہو گیا ہوں سارا یورپ امریکہ پھر کر بھی میں نے دیکھ لیا ہے۔ کئی سال پہلے میں بس میں چکوال سے بیٹھا کلر کہار تک کھڑا آیا۔ اس لیے کہ ایک لڑکی بیٹھی ہے سیٹ پر۔ کلر کہار میں

مجھے کنڈیکٹر کہنے لگا خالی سیٹ ہے آپ کھڑے کیوں ہیں؟ تو میں نے کہا یہ لڑکی بیٹھی ہے کہنے لگا لڑکی نہیں ہے بندہ ہے' لڑکا ہے یہ کونسا دین ہے اور کونسی مسلمانی ہے جس میں بندے اور بی بی کا فرق بھی نہیں رہا۔ تو آپ کردار کی' آپ سوچ کی' آپ افکار کی بات کرتے ہیں یہ قوم تو اتنی گئی گزری ہے کہ جو کام کوئی کافر دنیا میں کرتا ہے یہ قوم اپنا لیتی ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ہم پر وہ انعام نازل ہونے چاہئیں جو صحابہ پر ہوتے تھے۔

ایک صحابی کے پاس ایک سرخ رنگ کی چادر تھی انہوں نے اوڑھی ہوئی تھی نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ چادر اچھی نہیں ہے اتار دو۔ کئی دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا پوچھا وہ چادر کیا کی۔ فرمایا تنور میں جھونک دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تو کہا تھا سرخ رنگ کا کپڑا مردوں کو اچھا نہیں لگتا۔ تم گھر بی بی کو دے دو گے۔ میں نے اس لیے کہا تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آئی اس کا وجود رہے کیوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں تھی میں نے تنور میں پھینک دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یہ اچھی نہیں ہے تو پھر کوئی بھی اسے کیوں پہنے۔ تو چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہیں یہ اس یقین کو ظاہر کرتی ہیں جو انہیں موت تک لے جاتا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جو چھٹی لکھی تھی ایرانی سپہ سالار رستم کو اس میں انہوں نے یہ بات لکھی تھی کہ دیکھو رستم تم لڑنا تو چاہتے ہو لیکن یار رکھو انا معی قومی یحبون الموت کما یحبون الفارس الخمر۔ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں کہ جس طرح تمہاری ایرانی سپاہ شراب کی متلاشی ہے اس سے زیادہ یہ موت کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ جتنا تجھے شراب سے پیار ہے نا اس سے زیادہ یہ موت کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ انہیں مرنے میں مزا آتا ہے ان کے ساتھ تم لڑ نہیں سکو گے۔

یہ موت کے متلاشی اس لیے تھے کہ انہیں اعتماد تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج تو کسی عام مسلمان سے بھی پوچھ لو کہے گا پتہ نہیں مرنے کے بعد کیا ہو گا۔ کہتے تو ہیں لیکن کوئی پتہ نہیں یعنی اس پہ یقین ہی نہیں اعتماد ہی نہیں۔ تو میرے بھائی جب تک وہ اعتماد بحال نہیں ہو گا اصلاح احوال ممکن نہیں اور ایک اندر کا یقین بحال کر لو تو باہر کی ساری اصلاح کا ذمہ اللہ نے لے لیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ کہتا ہے میں سارے گناہ معاف کر دوں گا تم میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تو تھام لو یقین کے ساتھ اسے قبول تو کرو۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ہمارے گناہوں سے در گذر فرمائیں اور ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرمائے۔

(وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین)

ضرورت سیلزمین

اسلام آباد میں دکان کے لیے ایک سیلزمین جو کہ کم از کم میٹرک پاس ہو، کی ضرورت ہے۔ سلسلہ کا ساتھی ہونا ضروری ہے۔
معقول تنخواہ، رہائش اور کھانا وغیرہ مفت
مزید تفصیلات کے لیے رابطہ:

اختر سعید گل
پبلک ہیلتھ ڈویژن (PHD)
قومی ادارۂ صحت (NIH)
اسلام آباد

دارالعرفان آنے والے احباب کیلئے

چند اصولی باتیں

مولانا محمد اکرم اعوان

الحمد اللہ ۔ اللہ کریم کا احسان ہے کہ حلقہ ذکر چند سالوں میں روئے زمین پر پھیل چکا ہے اور جاپان سے امریکہ تک اور چین سے افریقہ تک حلقہ ہائے ذکر وجود میں آ چکے ہیں اور روز بروز ترقی پذیر ہیں۔ اس دور ظلمات میں بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے یہ حلقہ ذکر مینارہ نور ہے اور تاریخ تصوف میں یہ خصوصیت سلسلہ عالیہ کو نصیب ہوئی کہ بیک وقت روئے زمین کی انسانیت کو برکات نبوی پہنچانے کا سبب بنایا گیا ہے یہ محض رب جلیل کا احسان ہے۔

دوسری بہت بڑی خصوصیت سلسلہ عالیہ کو عطا ہوئی کہ ذکر اذکار میں لوگوں کو مصروف کر کے امور دنیا اور گھریلو ذمہ داریوں سے الگ نہیں کیا گیا بلکہ امور دنیا اور خانگی ذمہ داریوں نیز ذاتی سے لے کر قومی امور تک دیانت و امانت درست اور کارکردگی ہی تصوف اذکار کی برکات اور ترقی مقامات کا معیار گروانا جاتا ہے لوگ مزدوری کرتے ہیں ملازمت کرتے ہیں کاروبار کرتے ہیں اور معاملات دنیا پوری سرگرمی سے چلاتے ہیں اور ساتھ انہیں فناء فی الرسول اور فنا فی اللہ و بقا باللہ ہی نہیں منازل بالا بھی حاصل ہیں اور خواتین بچے پالتی اور گھریلو کام بھی کرتی ہیں اور ساتھ انہیں فنا فی الرسول بھی نصیب ہے یہ سب کوئی آسان کام نہیں بلکہ رب جلیل کا خاص احسان ہے جو کبھی تاریخ کا حصہ بنے گا انشاء اللہ

تیسری خصوصیت اس سلسلہ عالیہ کی یہ ہے اب اپنے ظہور کے بعد کبھی ناپید نہ ہو گا انشاء اللہ العزیز اور حضرت شیخ سلسلہ رحمتہ اللہ علیہ کی پیش گوئی کے مطابق ظہور مہدی کے وقت ان سے تعاون کرنے والوں میں سلسلہ عالیہ کے لوگ بھی ہوں گے۔

مندرجہ بالا امور میں سوائے تیسری بات کے جو ایک پیش گوئی کی حیثیت رکھتی ہے باقی دونوں باتیں اظہر من الشمس ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جب بھی کوئی جماعت بڑھتی ہے تو اس کی بنیاد کتنے بھی خلوص سے رکھی جائے اس میں دنیادار ضرور شامل ہونے لگتے ہیں حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں جب مسلمان ایک

طاقت بن کر ابھرے تو چند منافقین بھی دنیا حاصل کرنے کو ساتھ ہو گئے جن کا وجود کی زندگی میں نہ تھا۔ لہٰذا اب جماعت اور سلسلہ محض مخلصین پر مشتمل نہیں رہا بلکہ چند لوگ اب دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے بھی شامل ہو گئے ہیں اور ہوتے رہیں گے مخلصین کے ساتھ منافقین کا گروہ بھی بڑھتا رہے گا اللہ کریم ایسے لوگوں کو بھی ہدایت دے اور سلسلہ عالیہ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے آمین سب سے زیادہ نقصان ایسے لوگ سادہ لوح مخلصین کو پہنچاتے ہیں اور انہیں ادارہ کے کارکنوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اصل بات یہ ہوتی ہے کہ کارکن ان کی من مانیوں کی راہ میں روکاوٹ بنتے ہیں اور حد یہ ہے کہ نہ صرف کارکنوں کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے ہیں بلکہ ان کی زہریلی باتوں کا اصل ہدف تو بندہ کی ذات ہوتی ہے جس پر براہ راست حملہ کرنے کی جرات نہ رکھتے ہوئے مختلف حوالوں سے بات کرتے ہیں اس فن میں جو شخص شیخ ہی سے بدظن ہو گیا وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتا یہی منافقین کا مقصد بھی ہوتا ہے ان سب امور کے پیش نظر یہاں کا ضابطہ اور طریقہ سب احباب تک پہنچانا مقصود ہے تاکہ دنیاداروں اور منافقین کے شر سے مخلصین کو بچانے کا باعث بن سکے اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

۱۔ سب سے پہلے بات جو ذہن نشین کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ طالب مہمان نہیں ہوتا بلکہ اپنے کام سے آتا ہے لہٰذا احباب یہ خیال دل سے نکال دیں کہ وہ کسی کے مہمان ہیں اور ان کی بہت زیادہ آؤ بھگت ہونی چاہیے ہرگز نہیں بلکہ وہ سیکھنے کے لیے آتے ہیں تو ان کی تعلیم کا یہاں پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے لنگر خانہ اللہ کا ہے اور احباب ہی اس کی خدمت کرتے ہیں یہ پوری کوشش کی جاتی ہے کہ بروقت اور مناسب کھانا دیا جائے اگر اس میں مزید کوئی بہتری کی تجویز کسی ساتھی کے ذہن میں ہو تو بلا تکلف بتا سکتا ہے لکھ کر دے سکتا ہے مگر یہ مہمانداری نہیں ہے اور اس میں تکلفات نہ ہوں گے۔

۲۔ لنگر میں پرہیز کی ضرورت نہیں جو پکا ہو سب کھائیں انشاء اللہ کبھی تکلیف نہ ہو گی مگر نہ کسی کے لیے کچھ خصوصاً" پکے گا اور نہ کسی کو گھر سے کھانا لانے کی یا مقامی اساتذہ کے گھروں سے فرمائش کرنے کی اجازت ہے یہاں آپ لوگ مجاہدہ کرنے آتے ہیں پکنک منانے نہیں آتے۔ ادارہ کی دوکان پر سے اشیاء خریدنے کی اجازت ہے باہر کے ہوٹلوں پر جا کر چائے پینے کی اجازت نہیں اگر کوئی یہ سب برداشت نہیں کر سکتا تو وہ بے شک یہاں نہ آئے اپنی جگہ رہ کر ذکر کر لیا کرے یہی ہدایت خواتین کے لیے بھی ہے۔

۳۔ جو احباب اجتماعات میں شرکت کے لیے آتے ہیں یا الگ سے ذکر کے لیے آتے ہیں انہیں یہاں معتکف کی طرح رہنا چاہیے ذکر کریں تلاوت کریں تسبیحات پڑھیں اور بلا ضرورت مسجد سے باہر نہ جائیں اگر کسی نے یہاں کے لوگوں سے یا مقامی احباب سے دوستی کرنی ہے تو اسے ذکر کے پروگرام سے الگ رکھے اپنے دوست کے پاس ضرور آئے اسی کے پاس ٹھہرے اور مہمانی بھی کھائے سیر بھی کرے ہاں وہاں سے صبح شام کے ذکر میں آ سکتا ہے اجازت ہے مگر ذکر کے لیے آ کر ادارہ میں رہ کر باہر کہیں ملنے ملانے نہیں جا سکتا یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔

۴۔ بعض لوگوں کو اپنی انا کی تسکین کے لیے یہ پلیٹ فارم مل جاتا ہے اور لوگوں کو کبھی دم کرتے ہیں اور کبھی تعویذ دیتے ہیں اسکی یہاں اجازت نہیں ہے اگر کوئی اتنا ہی کامل ہے تو اپنا الگ پیر خانہ بنا لے اور وہاں لوگوں کو بلا کر ان سے سلام نیاز اور نذرانے وصول کرے یہ ادارہ لوگوں کو اللہ سے ملانے کے لیے ہے اور انہیں یہ سکھاتا ہے کہ جو مانگنا ہے اپنے رب سے مانگو کسی انسان کا محتاج بنانے کے لیے نہیں۔

اس ضمن میں حافظ عبدالرزاق صاحب کی مثال نہ لی جائے وہ بزرگ ساتھی ہیں اور حضرت کے تربیت یافتہ ہیں اگر وہ نقش دیتے ہیں تو ممکن ہے انہوں نے اعلیٰ حضرت سے اجازت لی ہو گی اور ہاں میرے پاس یہ شکایت بھی نہ لائیں کہ فلاں صاحب سے تعویذ لئے فائدہ نہیں ہوا یہ بھی اسی سے کہیں جس سے تعویذ لئے تھے مگر حافظ صاحب کے علاوہ کوئی صاحب یہاں تعویذوں کی دوکان نہ کھولیں اور نہ کسی پر اپنے دم کا رعب ڈالیں بلکہ اپنا کام کریں جس کی خاطر آپ آئے ہیں خصوصاً خواتین کو دم کرنے کا بہت شوق ہے ان سے التماس ہے کہ یہاں آکر اپنا دم نہ آزمائیں مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ ایک خاتون کو جنات کی تکلیف تھی اور بہت زیادہ بھی تھی بہت عرصے سے بھی تھی تنگ آکر انہوں نے سب حقیقت بندہ کو لکھی ان کا علاج نہایت دردمندی سے کیا گیا جب افاقہ ہوا تو خط میں لکھا مجھے خواب میں ڈر آتا تھا جو اب بھی کبھی کبھار آتا ہے حالانکہ ان کا پہلا خط بھی فائل میں لگا ہوا موجود ہے یہ پہلا اظہار تشکر تھا مگر ہم تو اللہ کے لیے ان کی مدد کر رہے تھے کرتے رہے اجتماع میں تشریف لائیں تو یہاں آکر دوسری عورتوں کو دم کر کے اپنی بزرگی کے جھنڈے گاڑنے لگیں جب یہاں کے کام کرنے والے دوستوں نے پوچھا کہ آپ تو خیر سے گریجوایٹ ہیں اور باہر بورڈ پر ہدایات لکھی ہیں کہ یہاں آکر کوئی دم وغیرہ نہ کرے تو پھر اب آپ سے کیا کہا جائے تو فرمانے لگیں ہاں پڑھا تو تھا مگر غلطی ہو گئی اب انہیں یہ شکایت ہے کہ ادارہ کے کارکن بدتمیز ہیں یعنی ان کے خیال میں وہ خود بڑی باتمیز ہیں ایسے بزرگوں سے گذارش ہے کہ اگر بحیثیت طالب آنا چاہیں تو بصد شوق ورنہ یہاں آنے کا تکلف نہ کریں۔

۵۔ جو ہدایات دی جاتی ہیں سب ساتھیوں کا حق ہے کہ جسے بھی خلاف ورزی کرتا ہوا پائیں ٹوک دیا کریں سوائے ایک دو یا چند کارکنوں کے کوئی بڑا ساتھی اور صاحب مجاز تک پرواہ نہیں کرتے کہ لوگ ناراض نہ ہوں تو کارکن بدتمیز کہلاتے ہیں اگر سب ساتھی احساس کریں تو یہ بہتان چند لوگوں پر نہ لگے خصوصاً شعبہ خواتین میں اور یہ بھی خاص خیال رہے کہ اول تو صرف وہ خواتین آئیں جو آگے کام بھی کرتی ہیں اور یہاں کے قوانین کے مطابق یہاں رہ بھی سکتی ہیں نیز جو بغیر بچوں کے آسکتی ہیں یہاں بچوں کی آؤٹنگ کے لیے ساتھ لانے کی اجازت نہیں کہ چیزیں خراب کرتے ہیں پھول توڑتے ہیں شور مچاتے ہیں اور اوقات ذکر ذاکرین کو پریشان کرتے ہیں ایسی خواتین اجتماع کے علاوہ آئیں اور تھوڑی دیر کے لیے آئیں اور ذکر کر کے واپس چلی جائیں۔ مردوں میں بھی وہ بچہ ساتھ لائیں جو سارے قوانین کی پابندی کر سکے اور رات دن کے سب معمولات میں باقاعدہ شریک ہو ورنہ بچہ ساتھ نہ لائیں اس کی سخت تاکید ہے۔

۶۔ مسائل کی تعلیم کے لیے احباب بھی مقرر ہوتے ہیں اور اوقات بھی لہٰذا ہر کسی کو نئے نئے مسائل بیان کرنے کی اجازت نہیں اگر کسی کو شوق ہو تو مقامی انتظامیہ سے اجازت حاصل کرے اور درست مسائل بیان کرے خصوصاً" خواتین کو علامہ بننے کا بہت شوق ہوتا ہے مثلاً" ایک خاتون نے اس بار مسئلہ بتایا کہ لکڑی یا درخت کی جڑ سے مسواک کی جائے اور کم از کم آٹھ بار وہ مسواک بھی منہ سے نکال کر دھوئی جائے اور منہ بھی کلی کرکے صاف کیا جائے بھلا بتایئے غسل جتنا پانی تو مسواک پہ لگ گیا اور وقت کتنا لگا حالانکہ فقہی اعتبار سے کلی کرتے وقت دانتوں پر انگلی پھیرنا بھی مسنون مسواک کا حکم رکھتا ہے مسواک کرنا تو مستحسن ہے مگر اس طرح نہیں لہٰذا اس قسم کی علمیت یہاں نہ بگھاری جائے۔

۷۔ ذکر' کھانے اور سونے کے اوقات مقرر ہوتے ہیں کسی کو خلاف ورزی کی اجازت نہیں نہ کسی کے لیے خاص کھانا ہو گا نہ یہاں رہ کر نوکر خدمت کریں گے جو عام مسلمانوں اور انسانوں کی طرح رہ سکے بہتر جسے بادشاہوں کی طرح رہنا ہو اور عام ساتھیوں سے الگ کھانا ہو اور مرضی سے سونا جاگنا ہو وہ یہاں تشریف نہ لائے یہاں سب طالب ہیں اور طلباء کی طرح رہیں گے کوئی بڑا ہے یا چھوٹا امیر ہے یا فقیر گیٹ سے باہر اپنا عہدہ چھوڑ آئے اور واپسی پر اسے ساتھ لیتا جائے یہاں سب برابر ہیں کسی ایک کے لیے کوئی خاص سروس نہ ہو گی نہ کوئی امتیازی سلوک ہو گا۔

۸۔ جن لوگوں کو اور خصوصاً خواتین کو میری ذات پر اعتراض ہے وہ یہاں آنے کی تکلیف ہی کیوں کرتے ہیں اپنے پسند کے شیخ کو تلاش کریں اور وہاں جائیں یہاں کے قوانین تو سب کو اپنانے ہوں گے اگر میں کسی سے امتیازی سلوک کرتا ہوں تو وہ صرف ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو اس کی ضرورت ہوتی ہے اور عموماً" مریض ہوتے ہیں جن کو اعتراض ہے اگر وہ بھی بیمار ہو گئے تو ان پر ایسی ہی توجہ کی جائے گی لہٰذا فکر نہ کریں بلکہ دعا کریں اور انہیں صحت مند ہی رکھے۔

۹۔ یہاں پانی کی قلت ہوتی ہے بلا ضرورت اور بار بار وضو کرنے کی اجازت نہیں نیز وضو میں پانی ضائع کرنے کی اجازت نہیں اور کسی مرد یا خاتون کو کپڑے دھونے کی اجازت نہیں جتنے دن ٹھہرنا ہے اتنے دنوں کے کپڑے ہمراہ لائیں اور اکٹھے کرکے گھر جا کر دھوئیں یا پھر یہاں دھوبی سے دھلوا لیں یہاں دھونے کی اجازت نہیں اور یہاں سب طالب ہیں کوئی V.I.P نہ ہے نہ بننے کی امید رکھے میں ایک بار پھر ضرور کہوں گا کہ جو عام آدمی اور یہاں کے ضابطہ کے مطابق رہ سکے صرف وہ آئے دوسرے تشریف ہی نہ لائیں اگر کارکنوں سے شکایت ہے تو مجھے کہیں اگر کسی اصول سے اختلاف ہے تو بھی اپنی رائے ضرور دیں مگر جب تک تبدیلی نہ ہو انہی اصول پر عمل کرنا پڑے گا۔

۱۰۔ اور بہت ضروری۔

صاحب مجاز احباب کو یا کسی بڑے ساتھی کو نذرانے لینے کی اجازت ہے نہ کسی ساتھی کو نذرانے دینے کی اجازت ہے ہر آدمی اپنے حصے کا رزق حلال طریقے سے کمائے اور رب العالمین سے لے دوسروں

کی جیب پر نظر نہ رکھے اور سلسلہ کی عظمتوں کو چند ٹکوں پر فروخت نہ کرے یہ صرف غلطی نہیں بہت بڑا ظلم ہے حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر سے کہا تھا کہ جب تم گورنر نہ تھے تو یہ لوگ تمہیں تحفے دیتے تھے؟ عرض کیا نہیں تو فرمایا پھر یہ رشوت ہے اسے بیت المال میں جمع کرا دو۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو بحیثیت شیخ اگر کوئی تحفہ لاتا ہے تو مجھے نہ خبر ہوتی ہے نہ جاننے کی کوشش کرتا اور لانے نہ لانے والے سب کو ایک سی توجہ دیتا ہوں لہٰذا تحفوں کے عوض کسی خاص توجہ کی امید نہ رکھیں اور بہتر ہے کہ آپ اپنی رقم دارالعرفان میں دیں مجھے جو ضرورت ہو وہاں سے لے لیتا ہوں اور وہ سب کے سامنے ہوتی ہے باقاعدہ سالانہ آڈٹ میں آتی ہے لہٰذا جس نے یہ کام کرنا ہے محض اللہ کے لیے کرے اور طالبوں سے بھی درخواست ہے کہ کم از کم اللہ کا نام سیکھنے کے لیے تو رشوت نہ دیں جبکہ ہمارا عزم معاشرے کو اس لعنت سے پاک کرنے کا ہے تو یہ نادان خود ہمارے یہاں اس غلاظت کو کیوں پھیلانا چاہتے ہیں اللہ کریم سب کو ہدایت دے تلک عشرۃ کاملۃ یہ باتیں ذہن نشین کر لی جائیں اور ان کا پورا پورا خیال رکھا جائے سلسلہ عالیہ کا مقصد بہتے ہوئے دھارے میں بہنا نہیں بلکہ معاشرے کی اصلاح کر کے اسے اسلامی اصولوں سے نہ صرف ہم آہنگ کرنا ہے بلکہ معاشرے کو اسلام کے نظام کے تابع کرنا ہے یہ کام کب ہو گا یہ اللہ کی مرضی مگر ہماری جان ہمارا مال اور ہماری ساری محنت اسی میں صرف ہوئی انشاء اللہ۔ اللہ چاہے تو ابھی کر دے وہ چاہے تو پتہ نہیں کب ایسا کرے مگر ہم اپنی پوری محنت کرنے کے مکلف ہیں مجھے خبر ہے کہ نہ صرف کچھ ساتھیوں کو اعتراض ہے نہ صرف چند خواتین خفا ہیں بلکہ میرے اپنے بہت سے عزیز ان باتوں سے نالاں ہیں اور مجھ سے بہت زیادہ خفا ہیں مجھے بھی اس بات کا دکھ ہوتا ہے میں بھی انسان ہوں مجھے بھی رشتوں کی ضرورت ہے مگر اللہ کی راہ میں اگر یہ سب قربان ہی کرنا پڑتا ہے تو پھر ماشاء اللہ کسی عزیز کسی دوست اور کسی ساتھی کی بات سلسلہ کے نظام اس کے ڈسپلن اور اس کی ترویج میں آڑے نہیں آ سکتی انشاء اللہ جان بھی اسی راہ میں اور اسی کوشش میں صرف ہو گی اچھا ہے مال اور رشتے اس سے پہلے صرف ہو جائیں اور میدان حشر میں بے کسی اور مسکنت لے کر اٹھوں کہ رحمت باری میری بخشش کا سبب بن جائے احباب سے بڑے درد اور پوری شدت سے کہوں گا کہ بجائے اپنی اپنی بات منوانے کے سلسلہ کے ڈسپلن کو پورے خلوص سے اپنائیں ورنہ ڈسپلن کسی پر قربان نہ کیا جائے گا بلکہ بہت سی دوستیاں اور رشتے اس پر قربان ہوتے چلے جائیں گے۔

میرے خیال میں فی الحال یہ کافی ہے اللہ کرے یہ کافی ہو اور مجھے دوبارہ ایسا نہ کہنا پڑے اللہ کریم ہم سب کی خطائیں معاف فرمائے اور ہمیں دین حق کی ترویج و غلبہ کا سبب بنائے آمین۔

فقیر محمد اکرم

★★★

تحفہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ تحفہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور یہ حرف بحرف سچ ہے۔ مگر تحفہ کو رشوت کے طور پر استعمال کرنا نہ صرف ناجائز ہے بلکہ سخت گستاخی اور دیدہ دلیری ہے۔ نیز اس حدیث کا اطلاق جانبین پر ہے۔ یعنی دو مسلمان ایک دوسرے کو تحفہ دیا کریں۔ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ایک فریق دیتا رہے اور دوسرا صرف لیتا رہے۔

سب سے پہلے تو میں اپنی بات عرض کروں کہ کوئی ساتھی مجھے تحفہ دینے کی بجائے وہ رقم دار العرفان کے فنڈ میں دے تو میں بھی بہت خوش ہوں گا۔ اللہ کریم بھی راضی ہوں گے۔ اور وہ رقم زیادہ مفید مقصد پر خرچ ہو سکے گی۔ میرے لیے یہ اشیاء خرید کرلانے کی بجائے اسی رقم کو خواہ وہ تھوڑی ہو دار العرفان کے فنڈ میں جمع کرلیئے اور ضرور کرائیے کہ دین و دنیا میں اس کا فائدہ زیادہ ہے۔

اب دوسرا نمبر صاحبِ مجاز حضرات کا ہے تو بندہ کی طرف سے کسی صاحب مجاز کو تحفے جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ احباب کو بھی چاہیئے کہ جو لوگ دینی کام کر رہے ہیں۔ اُن کا اجر اور ان کی عادات دونوں کو خراب نہ کریں۔ اللہ کریم کی برکات ناجائز ذرائع استعمال کرکے حاصل نہیں کی جاسکتیں۔

نیز

جو ایسا کرے گا انشاء اللہ اُسے مزید ترقیِ منازل بھی نصیب نہ ہو گی۔ خواہ وہ صاحب مجاز ہو یا عام ساتھی۔ لہٰذا آئندہ سے تحفوں کی سب رقم دار العرفان کے فنڈ میں جمع کرائی جائے۔

والسلام

فقیر محمد اکرم اعوان

اسلام میں ووٹ کی محتاجی نہیں

رحمت علی

ہماری اس تحریر کا محرک وہ دعوت نامہ ہے جس کے ذریعہ متحدہ علماء کونسل کی طرف سے ہمیں ایک ایسے اجلاس میں شمولیت کی دعوت دی گئی ہے جس کا مقصد یوں بیان کیا گیا تھا۔

گذارش ہے کہ صدر مملکت نے قومی اسمبلی توڑ کر نوے دن کے اندر نئے انتخابات کے انعقاد کا اعلان کردیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ملک بھر میں انتخابی سرگرمیوں کا آغاز ہوگیا ہے اسی حوالہ سے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام جو دینی سیاسی جدوجہد کے ذریعہ غلبہ دین چاہتے ہیں یا اپنی علمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ نفاذ شریعت کا درد رکھتے ہیں اپنے سابقہ سیاسی طرز عمل پر نظر ثانی کرنے کے لئے اور دو بڑے سیاسی دھڑوں میں سے کسی کا ضمیمہ بننے کی بجائے فتح و شکست سے بے نیاز ہوکر اپنی دینی سیاسی قوت کا جداگانہ تشخص قائم کرنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔

موقع ملا تو ہم انشاء اللہ ضرور وہاں پر اپنے موقف کا اظہار کریں گے گو ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ دینی سیاسی رہنماؤں کی موجودگی میں ہماری آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز ہی ثابت ہوگی پھر ہمارا موقف ایسا ہے کہ ایک محدود حلقہ کی بجائے اسے ہم قومی پریس کے ذریعہ ملک بھر کے علماء کرام اور دانش وران دینی خواہان ملت کے گوش گذار کرنا اپنا دینی فرض سمجھتے ہیں مختصراً ہمارا موقف یہ ہے کہ مروجہ طریق انتخاب سے جسے بدقسمتی سے آئینی پشت پناہی بھی حاصل ہے اور جو ہمیں انگریز سے ورثہ میں ملا ہے قرآن و سنت کی کئی تعلیمات کے منافی ہے چند ایک ایسے پہلو ملاحظہ ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی کے دیئے گئے فرمودات تو تمام کے تمام ہمارے لئے احکام قطعی ہیں لیکن وہ فرمان جس کا ذکر زیر بحث ہے اللہ تعالی نے دیا ہی حاکمانہ انداز و الفاظ میں چنانچہ فرمایا گیا:

"مسلمانوں! اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں (امانت دارانہ مناصب) اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً" اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے (النسا۔ ۵۸)

○ یوں امانت دارانہ مناصب اہل لوگوں کے سپرد کرنے کے بعد اللہ تعالی نے اہلیت کے بارے میں بھی ہمیں اندھیرے میں نہیں رکھا بلکہ پانچ صفات یعنی ایمان (النور: ۵۵) ۲۔ تقوی (الحجرات: ۱۳) ۳۔ صلاح (النور: ۵۵) ۴۔ علم اور ۵۔ جسم (البقرہ: ۲۴۷) پر مشتمل قرآنی معیار اہلیت دیا ہے افسوس کہ آئین پاکستان چند مبہم سی اہلیتوں کا ذکر کرتا ہے لیکن اس قرآنی معیار اہلیت کو نظر انداز کرتا ہے نتیجتاً" مروجہ انتخابات کے ذریعہ جو لوگ نمائندہ بن کر سامنے آتے ہیں ان کی عظیم اکثریت قرآن کریم کے اس دیئے ہوئے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ ہم نااہل لوگوں کو امانتدارانہ عہدے سونپ کر اللہ تعالی کے احکام کی صریحاً" نافرمانی کے مرتکب ہیں قرآنی معیار اہلیت کے مذکورہ پانچ اوصاف میں سے تین یعنی ایمان تقوی اور صلاح تو ایسے ہیں کہ کسی فرد کی گذشتہ زندگی کے پورے ریکارڈ کو کھنگالنے کے بعد ہی پتہ چلتا ہے کہ وہ اہل ہے کہ نااہل لیکن دو صفات یعنی علم اور جسم تو ایسی ہیں کہ جو معاً" پتہ دیتی ہیں کہ کوئی کتنے پانی میں ہے علم سے مراد ظاہر ہے قرآن و سنت کا علم تو ہے ہی تاہم علمیت کی شرط پوری کرنے کے لئے اس کے علاوہ جہاں بانی و جہاں بینی بھی درکار ہے۔ امانتدارانہ

عہدوں کے پر کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک طرف قرآن وسنت کی تعلیمات پر خاصا عبور رکھتے ہوں تو دوسری طرف ان کا جہاں دیدہ ہونا بھی ضروری ہے لیکن ہمارا آئین اور آئین میں دیا ہوا طریق انتخاب ایسے لوگوں کو قومی اسمبلی میں پہنچا دیتا ہے جن کی اکثریت قرآن و سنت کی تعلیمات سے قطعی نابلد ہوتی ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں اسلامی نظریاتی کونسل جیسا ادارہ علیحدہ بنا کر خواہ مخواہ اس کا اضافی بوجھ قومی خزانے پر ڈالنا پڑا ہے حالانکہ قومی اسمبلی کی حیثیت اسلامی شوریٰ کی ہے جس کا منصبی کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ مختلف معاملات کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کر سربراہ حکومت کو مشورہ دے یہ تو ایسا ہی ہوا کہ ایک لیکچرار کو تو بغیر مناسب اہلیت کے عہدہ دے دیا جائے اور پھر اس اہلیت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک علیحدہ بورڈ قائم کردیا جائے تاکہ لیکچرار کی مدد کا بندوبست ہوجائے۔

وائے ناکامی امانتدارانہ عہدوں کے لئے قرآنی معیار اہلیت کی اس ایک صفت یعنی علم کو ہم اتنی اہمیت بھی نہیں دیتے جتنی کہ چھوٹے سے چھوٹے عہدے کو۔ مثال کے طور پر فیلڈ اسسٹنٹ یا نرس کے عہدے کے لئے دیتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں مثلاً پنجاب اسمبلی کے ۲۸۰ ارکان میں سے ۳۰ ان پڑھ اور ایک اچھی خاصی تعداد ایسے ارکان کی ہے جو محض دستخط کر سکتے ہیں۔

جہاں تک جسمانی اہلیت کا تعلق ہے تو اس بارے میں تو ہم مزید بے نیاز ثابت ہوتے ہیں ہمارا آئین ساٹھ سال کی عمر کے ملازمین کو تو ریٹائر کردیتا ہے لیکن ریٹائرڈ ملازم کو صدر تک گوارا کر لیتا ہے خواہ وہ قبر میں ہی ٹانگیں لٹکائے بیٹھا ہو۔ شومئی قسمت کتنا مذاق اڑا رہے ہیں ہم قرآنی تعلیمات کا۔ حیرت تو یہ ہے کہ وہ جو دینی سیاست کے علمبردار ہیں وہ تک دم دبا کر اسی طریق سیاست اور طریق انتخابات میں شامل ہوجاتے ہیں جو قرآن کی صریحاً خلاف ورزی کا مظہر ہے کیا اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھے گا کہ نہیں کہ تم اتنے بے توفیق ہوگئے تھے کہ اغیار سے لئے ہوئے طریق انتخاب کو اپنی اقدار کے مطابق بھی نہ ڈھال سکے دین کے علمبرداروں کی کم کوشی غفلت اور کوتاہ بینی کی وجہ سے ہمارا سفر ہی جب کعبے کو نہیں تو بتائے وہ نتائج کیسے پیدا ہوں جو قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے سے ہونے چاہیئے۔

اسلامی سیاست کا دوسرا بڑا اصول یہ ہے کہ کوئی شخص خود امیدوار کھڑا ہوکر لوگوں سے ووٹ نہیں مانگ سکتا جب کہ مروجہ طریق انتخاب کا مرکز و محور ہی امیدوار کھڑا ہوکر اپنے حق میں انتخابی مہم چلاتا ہے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:

"خدا کی قسم! نہیں دیتے ہم عہدہ اس شخص کو جو اس کی مانگ کرے اور اس کی حرص کرے" مسلم

ہم نے قرآن وسنت کی برکات و فیوض تک سے اغراض کیا ورنہ غور کریں تو اس ایک اسلامی تعلیم کو پس پشت ڈال کر پوری انسانیت نے اپنے آپ کو جہنم میں جھونک رکھا ہے اس وقت دنیا میں جس قدر استحصال، شر، فساد، بدامنی، بے چینی، بے انصافی سفارش، رشوت، اقربا پروری ہے اس کا بنیادی سرچشمہ ایک فرد کا دوسرے سے ووٹ کا محتاج ہو جانا ہے بڑی بڑی آفتیں سیلاب زلزلے ایٹم بم کا استعمال وغیرہ انسانیت کے لئے اتنے مہلک ثابت نہیں ہوئے جتنا مہلک کہ مروجہ ووٹنگ سسٹم ہے اگر مروجہ ووٹ نہ ہوتا تو یقین جانیئے غریب غریب تر اور امیر امیر تر نہ ہوتا اگر مروجہ ووٹ نہ ہوتا تو کچھ خاندان جیسے کہ پیدائشی حاکم ہوں ہمیشہ حکومت میں رہ کر عوام کا خون نہ چوستے اور اگر وہ نہ ہوتا تو برادری کے یہ تعصبات جدی دشمنیاں اور ہارس ٹریڈنگ جیسی مکروہ روایات عنقا ہوتیں یہی وجہ ہے کہ اسلام عوامی نمائندوں کو ووٹ جیسی کسی شے کا محتاج نہیں بناتا۔

یاد رہے انتخابات کے حوالہ سے ایک محاورہ یعنی "آزادانہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ" سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں لیکن مروجہ ووٹنگ کا مرحلہ سر ہوجاتا ہے تو پھر اور طرح کی

آوازیں بشمول دھاندلی جھرلو بوگس اسمبلیاں وغیرہ ہمارے سیاستدانوں کا معمول بن جاتی ہیں بھرتی پر سے پابندی اٹھاتے ہوئے قوم کو میرٹ کی بنیاد پر کی نوید سنائی جاتی ہے لیکن جب ایک حکومت بدلتی ہے تو دوسری حکومت ان ملازمین کی فہرست بنانا شروع کردیتی ہے جو میرٹ تو درکنار ایسے عہدوں پر قابض ہوتے ہیں جن کے لئے مطلوبہ اہلیت و معیار تک کو وہ پورا نہیں کرتے یاد رہے جب تک اللہ و رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پس پشت ڈال کر ہم عوامی نمائندوں کو مروجہ ووٹ کا محتاج رکھیں گے ہمارے ہاں ہمیشہ قرآنی معیار اہلیت کی بجائے جاگیردار سرمایہ دار اور رسہ گیر وغیرہ حکومت کے ایوانوں پر قابض ہوں گے میرٹ پر کبھی برتی نہیں ہوگی سفارش کا چلن رہے گا رشوت سے ہی لوگوں کے کام ہوں گے اور عدل و انصاف کا جنازہ نکلتا ہی رہے گا۔

مروجہ طریق انتخابات میں اور بھی بہت سے پہلو ہیں جو کتاب و سنت کی مخالفت میں ہیں لیکن ہم طوالت سے بچتے ہوئے دینی سیاسی رہنماؤں علماء و کرام اور ہی خواہان ملت سے پوچھتے ہیں کہ سیکولر عناصر جاگیردار اور سرمایہ دار تو اس نظام انتخاب کو کبھی بدلنے کی نہیں سوچیں گے جو ان کے آقا جاتے ہوئے ان کے ہاتھ تھما گئے اور جس میں ان کے مفادات پنہاں ہیں بلکہ آخر دم تک وہ اس طریق انتخابات کے محافظ و پشتیاں بن کر کھڑے رہیں گے لیکن آپ حضرات جو بصورت دیگر تو بہت سے فلسفے جھاڑتے اور طرح دار تقریریں کرتے ہیں آخر کیوں لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں کیا کوئی ایسا طریق انتخاب وضع نہیں کر سکتے جو کتاب وسنت کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہونے کے قابل بھی بنائے اور حکومت کی باگ ڈور بھی ایسے ہاتھوں میں تھمائے جو صالح اور اہل ہوں۔ گنجائش ہی نہ رہے کہ کوئی دولت ' دھاندلی دھونس اور دھوکے کا سہارا لے کر حکومت پر قابض ہوجائے۔ ایسا طریق انتخابات وضع کرنا سو فیصد ممکن ہے لیکن ہماری بدقسمتی ہم نے ایسا کرنے کا کبھی سوچا ہی نہیں۔

اتنے بے توفیق ہوگئے ہم کہ سفید چھڑی والے کے دیئے ہوئے نظام انتخابات کو آنکھیں بند کر کے اپنائے جارہے ہیں بغیر شرم محسوس کئے کہ کتنے اسلامی احکامات کی خلاف ورزی کے مرتکب ہورہے ہیں ہم۔ اور تو اور ہم غبی ہی سہی لیکن ذیل میں ایک ایسے ہی طریقہ انتخاب کی نشاندہی کرتے ہیں:

ظاہر ہے جب معیاری لوگ آگے لانے ہوں تو وہ ادارہ ر معیار جو معیاری لوگوں کی نشاندہی کرے ایک ہی ہونا چاہیئے۔ پورے ملک کی سطح پر ایسا واحد ادارہ الیکشن کمیشن ہی ہوسکتا ہے۔ الیکشن کمیشن کے حسب ضرورت یا مثال کے طور پر گیارہ پینل بنا لئے جائیں جن میں سے ایک نگران پینل ہو۔ دوسری طرف پورے ملک کو مناسب حلقوں مثال کے طور پر قومی اسمبلی کے موجودہ حلقوں میں تقسیم کر لیا جائے۔ ہر حلقہ میں الیکشن کمیشن کا ایک پینل سات دن مختلف ریسٹ ہاؤسوں ' یونین کونسل کے دفتروں یا دوسری مناسب جگہوں پر قیام کرے جس کا اعلان پہلے سے اخبارات و اشتہارات کے ذریعہ کیا جائے۔ ہر پینل اپنے اس قیام کے دوران متعلقہ لوگوں سے رابطہ کر کے ایسے افراد کی فہرست تیار کرے جو قرآنی معیار اہلیت پر پورے اترتے ہوں۔ فہرست کی کانٹ چھانٹ کر کے میرٹ کی بناء پر بالاخر پانچ افراد کی فہرست تیار کرلی جائے لیکن لئے گئے افراد جن میں ظاہر ہے انیس بیس کا ہی فرق ہوگا کے ناموں کو خفیہ رکھا جائے۔ اس طرح سے سات دن میں دس پینل دس حلقوں کا سروے مکمل کرلیں گے۔ اسی حساب سے کم و بیش ۲۵۰ حلقوں کا سروے تقریباً ۲۵ ہفتوں یا زیادہ سے زیادہ چھ ماہ میں مکمل ہوجائے گا۔ سروے مکمل ہوتے ہی الیکشن کمیشن انتخابات کی تاریخ کا اعلان کرے۔ اعلان اور تاریخ انتخابات میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ دن کا وقفہ ہو۔ ساتھ ہی ہر حلقے میں سے لئے گئے افراد کے ناموں کا اعلان بھی کردیا جائے تاکہ ایک ہفتے کے اندر اندر اگر کوئی لئے گئے افراد کے لئے کسی اور بہتر آدمی کی نشاندہی کرے تو الیکشن کمیشن کا نگران پینل ایسی

اپیلوں کی سماعت کر کے فیصلہ کر کے۔ اس پندرہ دنوں کے وقفہ کے دوران اگر لئے گئے آدمیوں سے کوئی کنویسنگ کرے تو تقوی کے خلاف اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کا نام لئے گئے افراد کی فہرست سے خارج کر کے اس کی جگہ فہرست سے اگلا آدمی لیا جائے۔

انتخابات میں ہر حلقہ کے لوگ لئے گئے پانچ افراد میں سے اپنی مرضی کے ۳ افراد کی نشاندہی کریں۔ اس طرح جو آدمی سب سے زیادہ ووٹ لے جائے اسے قومی اسمبلی یا مرکزی شوریٰ کا رکن ہونے کی سعادت ہو۔ جو افراد دوسرے اور تیسری نمبر پر ہوں وہ صوبائی اسمبلی کے ارکان گردانے جائیں۔ سربراہ حکومت ر مملکت (یاد رہے اسلام میں سربراہ حکومت اور سربراہ مملکت علیحدہ علیحدہ نہیں ہوتے) کا چناؤ مرکزی شوریٰ کے ارکان میں سے ہو۔ مرکزی شوریٰ کا ہر رکن اپنی مرضی کے دوسرے رکن کی نشاندہی بذریعہ خفیہ ووٹنگ کرے۔ اسی طرح صوبائی ارکان شوریٰ بھی مرکزی شوریٰ کے من پسند رکن کی نشاندہی کریں۔ جو رکن سب سے زیادہ ووٹ لے جائے وہی سربراہ مملکت ٹھہرے۔ وزراء کا انتخاب سربراہ مملکت کی صوابدید پر ہو۔ ملکی سطح پر ایسے انتخابات صرف ایک ہی دفعہ ہوں۔ سربراہ مملکت یا کسی رکن شوریٰ کی سیٹ صرف تین صورتوں میں خالی متصور ہو ورنہ تاحیات نہیں۔ ایک تو وفات پا جانے کی صورت میں دوسرے اگر متعلقہ عہدے دار خود معذرت کرلے اور تیسرے اگر متعلقہ فرد میں قرآنی معیار اہلیت کے اوصاف میں سے کسی ایک میں کمی آجائے سربراہ مملکت کے چناؤ کی جب بھی دوبارہ ضرورت پیش آئے تو چند گھنٹوں میں مرکزی اور صوبائی ارکان شوریٰ مذکورہ طریق سے انتخاب کرلیں۔ دوبارہ اگر ووٹنگ ہوگی تو اس حلقہ میں جس کا رکن شوریٰ سربراہ مملکت ہوجائے یا اگر کسی دوسری وجہ سے رکن شوریٰ کی سیٹ خالی ہو جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے طریق انتخاب کو موجودہ صورتحال میں کیسے اختیار کیا جائے ہمارے نزدیک حامل محراب و منبر کے لئے قطعاً" مشکل نہیں۔ ہماری مختصر تاریخ میں دو مواقع ایسے آئے جن سے استفادہ کیا جا سکتا تھا۔ ایک تو جب ایوب خان کے خلاف تحریک چلی اور دوسرے جب ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک چلائی گئی۔ آج بھی اسی طریق پر کام ہوگا۔ یعنی یہ تبھی ممکن ہے کہ دینی سیاسی جماعتیں اور دیگر تمام دینی حلقے موجودہ طریق انتخابات کا اس لئے مکمل مقاطع کریں کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ پھر احتجاجی تحریک سے مذکورہ طریق انتخابات کو اس ملک کا مقدر بنا دیں دینی حلقے اگر پورے اپنے جداگانہ تشخص کا استعمال کریں گے تو انشاء اللہ سالوں میں نہیں مہینوں میں اس ملک کی باگ ڈور ان ہاتھوں میں پائیں گے جو قرآنی معیار اہلیت پر پورے اترتے ہوں گے۔ یاد رہے کہ صالح اور اہل ہاتھوں میں اقتدار ہونے کا نام ہی "اسلامی نظام کا نفاذ" ہے یہ بھی یاد رہے کہ اگر ہم قرآن وسنت کے مخالف موجودہ نظام انتخابات سے ہی وابستہ رہے تو اقتدار ہمیشہ جاگیرداروں ' سرمایہ داروں اور لٹیروں کے ہاتھوں میں رہے گا۔ گنتی کی چند سیٹیں اگر دینی حلقے حاصل کر بھی لیا کریں گے تو بے معنی۔

آخر میں شاید یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مجوزہ طریق انتخابات میں کسی کو امیدوار بن کر ووٹروں کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کسی کی محض اہلیت اسے آگے لائے گی۔

نبی اور موت

مولانا محمدؐ اکرم اعوان

بہت سے دوسرے فرقے جیسے اہل کتاب ہی دیکھ لیں یہود و نصاریٰ ہی دیکھ لیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارے پاس بھی اللہ کی کتاب ہے اگر آپ ان لوگوں کی بات مانیں گے اور ان کا اتباع اختیار کریں گے یا ان کے پیچھے چلیں گے قرآن حکیم کے الفاظ ہیں

یایھا الذین امنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتواالکتب ایسے لوگ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان میں سے کچھ لوگوں کا اتباع اگر اختیار کریں گے یردوکم بعد ایمانکم کفرین وہ تو تمہیں ایمان کے بعد پھر کفر کی طرف لے جائیں گے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام کتابیں اور ان کے حقائق بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مسخ ہو چکے تھے اور کوئی نہیں تھا جو حقیقی رہنمائی کرتا یا حق کا راستہ بتاتا اپنی کتاب کے مطابق بھی کسی کے پاس حق نہیں تھا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر صرف اور صرف ایک ہی راستہ رہ گیا ہدایت کے لیے اور وہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اگر پہلی کتابیں صحیح صورت میں موجود ہوں اپنی اصل حالت میں بھی موجود ہوں تو ان پر عمل کا وقت گزر چکا اللہ کے نبی کی نبوت کے ساتھ ایمان کتاب کے کتاب ہونے کا یقین یہ تو دین کا حصہ ہے کہ جو کتابیں بھی نازل ہوئیں وہ سب برحق تھیں جتنے نبی مبعوث ہوئے وہ سارے برحق تھے لیکن جہاں تک عمل کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد عمل صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ہو گا۔

حتیٰ کہ ایک حدیث پاک کا ارشاد ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام خود بھی حیات دنیوی کے ساتھ دنیا میں موجود ہوتے تو میرا اتباع کیے بغیر انہیں کوئی چارہ نظر نہ آتا اور عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام حیات دنیوی کے ساتھ دنیا پہ تشریف لائیں گے اور آپ اپنی اسی حیثیت سے نبی کی شان سے ہی دنیا میں آئیں گے لیکن اپنی نبوت نہیں منوائیں گے بلکہ ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ترویج کریں گے خود بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے اور دوسروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کی دعوت دیں گے۔ تو پھر کسی بھی دوسرے مذہب یا پہلے نازل ہونے والے مذہب یا دین کی کتاب یا اس مذہب کے ماننے والے کا اتباع سوائے اس کے کہ وہ اسلام سے لوٹا دے یردوکم تمہیں مرتد بنا دے لوٹ جانے والا بنا دے اور کفر میں داخل کر دے۔

تیسری بات جو اس ایہ کریمہ نے ارشاد فرمائی وہ بہت بڑی بات ہے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جو ہے وہ کسی محدود وقت کے لیے نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو ہے وہ کسی گنتی کے دنوں کی محتاج نہیں ہے بلکہ بعثت سے لے کر جب تک یہ معمورہ عالم قائم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہر آن ہر جگہ ہر عہد میں موجود ہے یعنی یہ نہیں ہوا کہ جس طرح پہلے انبیا علیھم الصلوۃ والسلام دنیا سے تشریف لے گئے تو کچھ عرصہ تو ان کی نبوت بھی اللہ نے قائم رکھی لیکن اس کا ایک وقت تھا پھر اس کے بعد دوسرا نبی دوسری کتاب دوسری

شریعت آئی تو اس کا اتباع ضروری ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ ہی کی نبوت آپ کا اتباع ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے جس طرح سے اس حالت کے ساتھ اس کیفیت کے ساتھ ضروری ہے جیسے حضور اکرمؐ بنفس نفیس اسی عالم آب و گل میں جلوہ افروز ہوں جیسے حضورؐ کا وصال نہ ہوتا حضورؐ دنیا میں پردہ نہ فرماتے حضورؐ دنیا سے تشریف نہ لے جاتے تو جو کیفیت تھی وہ بعینہ اسی طرح اسی حال میں ہمیشہ کے لیے موجود ہے۔

فقہاء کے نزدیک روضہ اطہر نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کا وہی ادب و احترام ہے جو حیات دنیوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جہاں جلوہ افروز ہوتی تھی جو ادب و احترام قرآن حکیم نے سکھایا ہے وہی ادب و احترام ہمیشہ کے لیے روضہ اطہر کا ہے۔ کہ قرآن حکیم فرماتا ہے۔

وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایت اللہ تم کیسے کافر ہو سکتے ہو جب کہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے اور تم پر اللہ کی کتاب پڑھی جاتی ہے تمہیں سمجھایا جاتا ہے تمہیں بتایا جاتا ہے اور پھر وفیکم رسولہ اور تم میں اللہ کا رسولؐ ہے۔ اب یہ انداز اس آیہ کریمہ کا ایسا ہے کہ کچھ لوگ تو اس سے دوسری طرف نکل گئے اور انہوں نے فیکم رسولہ سے یہ مراد لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ہر لحظہ ہر گھڑی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو اس کا جواب دیتے ہوئے رد عمل کے طور پر دوسری فریق نے حیات النبی علیہ السلام کا ہی انکار کر دیا اور بڑے واشگاف الفاظ میں اور بر سر منبر یہ کہنا شروع کردیا کہ موت ہر ایک کا خاتمہ کر دیتی ہے خواہ وہ نبی ہو یا رسول اور موت کے بعد کسی کا دنیا سے کوئی تعلق نہیں اور مرنے والے مرگئے اور بات ختم ہو گئی پھر ایک دوسری حد آئی - پہلے والوں کی زیادتی یہ ہے کہ انہوں نے خواہ مخواہ ان اوصاف کو ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ماننے کی جسارت کی جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ نبی اللہ کا مقرب ترین بندہ ہوتا ہے اللہ کا حصہ نہیں ہوتا اللہ کریم کی ذات تقسیم سے شراکت سے حصوں سے پاک ہے اور بالاتر ہے اور جو خصوصیات رب کی ہیں اس کی اپنی ہیں وہ اپنی خصوصیات میں بھی تقسیم سے بالاتر ہے الفاظ میں شراکت آ جاتی ہے عام آدمی کے اوصاف کی بھی ذات باری کے اوصاف کے ساتھ جیسے سمیع اور بصیر ان اللہ سمیع بصیر اللہ سننے والا بھی ہے دیکھنے والا بھی ہے لیکن عام انسان کی تخلیق کا جب ذکر ہوتا ہے فرماتا ہے وجعلنہ سمیعا بصیرا میں نے انسان کو سمیع بھی بنا دیا سننے والا بھی دیکھنے والا بھی تو یہ اوصاف کے الفاظ کا اشتراک یا ایک جیسے الفاظ کا استعمال اوصاف کو برابر نہیں کر دیتا بلکہ وہی صفت جب اللہ سے منسوب ہوتی ہے تو اس کا مفہوم اس کی شان کے مطابق ہوتا ہے جب سمیع و بصیر اللہ کو کہا جائے گا تو اللہ کی شان کے مطابق سمیع و بصیر مانا جائے گا اور جب سمیع و بصیر انسان کو کہا جائے گا تو انسانی طاقت کے مطابق سمیع و بصیر اسے مانا جائے گا۔ یداللہ فوق ایدیھم اب ید کا لفظ منسوب ہے اللہ کریم کی طرف بھی اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کیا بیعت رضوان میں ان کا تذکرہ فرماتے ہوئے ہے کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے جب ید منسوب ہو گیا انسان کی طرف تو انسانی ہاتھ مراد ہو گا جب ید کا لفظ اللہ کی طرف منسوب ہو گیا تو انسانی ہاتھ کی مشابہت اٹھ جائے گی جیسی اس کی قدرت کے شان کے لائق ہے ویسی مراد ہو گی تو یہ جو اشتراک الفاظ میں آتا ہے اگر کسی صفت کا اشتراک آتا ہے اللہ کے ساتھ بھی اور نبی علیہ السلام کے ساتھ بھی اللہ بھی رحیم ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی رحمۃ اللعالمین ہیں اللہ رب العلمین ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعلمین ہیں لیکن جس شان اور جس وسعت کے ساتھ رب العلمین ہے وہ سزاوار اسی کی ذات کو ہے جس شان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعلمین ہیں وہ سزاوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کو ہو گی - اس میں اشتراک جو ہے نہ ذات میں لازم آئے گا نہ

صفات میں لازم آئے گا تو ہر لحظہ' ہر گھڑی' ہر جگہ' ہر وقت موجود ہونا' ہر چیز کو دیکھنا' ہر حال کو سننا' ہر لمحے ہر ذریعے سے واقف ہونا' یہ شان ہی ذات باری کا ہے۔ کوئی نبی بھی اس کے لیے مبعوث ہی نہیں ہوا کہ وہ ہر لمحہ ہر ذرے کی نگرانی کرے یہ انبیاء علیہم السلام کے فرائض ہی میں نہیں اور اللہ ایسا قادر ہے کہ جب چاہتا ہے تو پل بھر میں ساری کائنات منکشف کر دیتا ہے جب نہیں چاہتا تو سامنے کی چیز بھی اوجھل ہو جاتی ہے سب سے زیادہ علوم غیبیہ پر جس ہستی کو مطلع فرمایا گیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع فرمایا جاتا ہے علم غیب خاصہ خداوندی ہے اور اطلاع عن الغیب یہ خاصہ ہے نبیوں کا کہ وہ انہیں غیب پہ مطلع کر دیتا ہے لیکن مطلع کرنے سے مراد اس کی مرضی ہے جو چیز چاہتا ہے بتا دیتا ہے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ۔ کہ اس طرح ہم نے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت ابراہیم علیہ السلام پر کھول کر رکھ دی۔ کھلی آنکھوں دکھا دی۔ نری رویت کا لفظ ہے رویت ہوتا ہے کھلی آنکھوں دیکھنے کو رویت کہتے ہیں یہ آپ کی رویت ہلال کمیٹی کی طرح' رویت کا لفظ تو عام ہے کھلی آنکھوں دیکھنے کو رویت کہتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو کھلی آنکھوں ملکوت السموت والارض آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھا دی اب سلطنت باری کی وسعت دیکھیں کہ ایک ایک ذرے تک نہیں ہے ایک ایک جھونکے ایک ایک قطرے تک اس کی وسعت ہے۔ لیکن وہی ابراہیم علیہ السلام انہی کو جب حکم ہوتا ہے بیٹے کو قربان کرنے کا تو اس کا جو حتمی نتیجہ ہے بیٹا ذبح نہیں ہو گا اس کی جگہ دنبہ ذبح ہو گا تو وہ اس بات کو نہیں سمجھ سکے حتیٰ کہ وہ بیٹے کو لٹاتے اس حال میں ہیں کہ اس کی آنکھوں پہ پٹی باندی ہے اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھتے ہیں چھری بیٹے کی گردن پہ چلاتے ہیں گردن کٹتی ہے خون کا فوارہ ابلتا ہے اللہ کی شان ان کے گھٹنے کے نیچے سے بچے کو نکال کر دنبہ رکھ دیتا ہے بیٹا باہر کھڑا ہے انہوں نے گردن کاٹی ذبح دنبہ ہو گیا لیکن پٹی کھولتے ہیں اس وقت تک انہیں یہی خیال ہے کہ میرا بیٹا ذبح ہو گیا پٹی کھول کر دیکھا تو دنبہ کٹا پڑا تھا بیٹا کھڑا ہوا تھا تو حیران ہوئے۔ آواز آئی "گھبرانے کی بات نہیں"۔

قد صدقت الریا۔ تو نے اپنی بات سچی کر دی آگے ہمارا کام ہے ہم کیا کرتے ہیں تو یہاں بڑا سادہ سا کام ہے اگر یہاں سمجھا جائے کہ انہیں علم تھا کہ دنبہ ذبح ہو گا اور نبی عالم الغیب ہوتا ہے پھر تو کسی کو بھی کہہ دو کہ ذبح دنبہ کریں گے بیٹے کی گردن پہ چھری رکھو تو یہ ڈرامہ بن جائے گا پھر تو ہر کوئی کر سکے گا پھر تو قربانی کا مفہوم بھی اٹھ جائے گا امتحان کی بات ہی چلی جائے گی تو حاصل یہ ہوا کہ اس ہستی کو جسے ایک لمحے ایک ذرہ ذرہ دکھا دیا وہ دائمی نہیں تھا دوسرے لمحے انہیں اپنے حال کی خبر بھی نہیں تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے تیئس برس یوسف علیہ السلام کی جدائی میں گزارے جب یوسف علیہ السلام نے قاصد روانہ فرمایا مصر سے اپنی قمیض دے کر کہ یہ میری قمیض لے جاؤ اور اسے میرے والد ماجد کی آنکھوں پر ملو انشاللہ ان کی بینائی لوٹ آئے گی تو آپؑ کنعان میں تھے۔

ولما فصلت العیر ۔ جب وہ قافلہ جس میں وہ بندہ تھا وہ مصر سے نکلا تو انہوں نے کنعان میں فرمایا۔

انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون اگر تم یہ نہ کہو کہ بابا سٹھیا گیا ہے اس کا دماغ پھر گیا ہے تو مجھے آج یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے تیئس برس گزر جانے کے بعد اللہ کریم نے وہ خوشبو وہاں تک پہنچا دی تو مولانا رومی نے اسے اس انداز میں بیان کیا ہے اس واقعہ کو کہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت مصر سے شہر کے باہر کرتہ نکلا اور آپ نے کنعان میں خوشبو سونگھ لی اور کنعان ہی کے ایک ویران کنویں میں یوسف پڑا رہا اور وہاں سے لوگوں نے نکالا بیچا قافلے والے لے گئے نہ خوشبو آئی نہ

اطلاع آئی وہاں آپؐ کو پتہ کیوں نہیں چلا؟

کس پر سید آں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گوہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیرا ہن شنیدی
چرادر چاہ کنعانش نہ دیدی

تو انہوں نے فرمایا

بگفتہ احوال مابرق جہاں است
کہ ہمارا حال کڑکتی ہوئی بجلی کی طرح ہوتا ہے
دم پیدا دم دیگر نہاں است

جب چاہتا ہے کائنات روشن کر دیتا ہے منکشف کر دیتا ہے جب نہیں چاہتا تو کسی کو پتہ نہیں چلتا

گہے بر طارم اعلیٰ شیسے۔ گہے برپشت پائے خود نہ بینے

کبھی تو ہم عرش عظیم کی بلندیوں پہ ہوتے ہیں کبھی اپنے آپ کی اپنے وجود اپنے پاؤں کی پشت نظر نہیں آرہی ہوتی۔

تو نبی کے لیے نہ تو یہ نبی کے فرائض میں ہے کہ ہر لحہ ہر آن ہر جگہ موجود ہو اس لیے اس پر اصرار کرنے کی ضرورت کیا ہے اور نہ نبی کے اوصاف کا یہ تقاضا ہے۔ ہاں کسی لمحے ایک بات نہیں ساری کائنات منکشف کر دے تو سب سے زیادہ جو قوت علوم غیبیہ پر اطلاع کی ہے وہ ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ کسی لمحے ساری کائنات کے اعمال منکشف ہو جائیں اللہ کی مرضی لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحہ ہر جگہ ہر شے کو دیکھ رہے ہوں یہ خاصہ خداوندی ہے لہٰذا یہاں سے یوں مراد لینا جو ہے وہ بھی حقیقت کے خلاف کھینچا تانی کرنے والی بات ہے اور انتہا پسندی ہے خواہ مخواہ ایک بات کو انتہا تک لے جانا۔

اب دوسری سمت کہ جی جو فوت ہو گئے وہ ختم ہو گئے بات یہ بھی درست نہیں ہے نبی اور رسول ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام ہے اللہ کے ایک بندے کا ایک کامل انسان کا جو وجود اور روح دونوں سے مل کر بنتا ہے اگر آپ روح اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کا الگ سے ذکر کریں تو آپ روح اطہر کو روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تو کہیں گے لیکن صرف روح کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہیں گے اور آپ اگر بدن اطہر جسم اطہر کا ذکر کرتے ہیں تو اسے بدن یا جسم محمدی تو کہیں گے اس اکیلے بدن اطہر کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہیں گے محمد رسول اللہ جسم اور روح سے مل کر بننے والے کامل و مکمل انسان ہی کو کہیں گے اور وہ کامل و مکمل انسان ہی نبی علیہ السلام ہے اگر جسم الگ ہو گیا روح الگ ہو گیا تو نبوت کس کے حصے میں آئی روح کے یا بدن کے تو پھر آپ کا کلمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح نہیں رہے گا۔ پھر تو روح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا جسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جس کے حصے میں نبوت و رسالت آئی تو وہ اس ایک کو پھر کلمہ اطہر میں لائیں گے کلمہ شریف میں لائیں گے کلمہ اسلام میں لائیں گے، کلمہ تو اس طرح تو نہیں بدلا نہ پھر یہ کہا گیا کہ کان محمدکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رسول تھے یہ بھی بات نہیں۔ اب بھی ہیں تو اگر اب بھی ہیں تو اس کا مطلب ہے کامل و اکمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری شان کے ساتھ اپنے مقام اپنی جگہ پر اب بھی موجود ہیں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات دنیوی میں مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ میں یا تبوک میں بدر میں یا احد میں تشریف رکھتے تھے تو جہاں تک کلمہ اسلام تھا یہی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے پردہ بھی فرما گئے تو پوری کائنات پر جہاں تک اسلام پھیلا کلمہ اسلام یہی تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں گویا موت نے آپ کے اس حال میں جو شان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روح اور جسم کے ملنے کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان کو موت نے متاثر نہیں کیا اب اس سارے لمبے سوال کو سمجھنے کے لیے پہلے سمجھنا یہ پڑتا ہے

کہ موت بجائے خود کیا ہے اگر اس کی سمجھ نہ آئے تو یہ اگلی بات ذہن میں نہیں آتی لوگ جو بڑا شارٹ کٹ لگاتے ہیں کہ بس موت مر گیے ختم ہو گئے وہ اس لیے کہ وہ موت کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ موت بنیادی طور پر کیا ہے اور مر کر کیا زندگی ختم ہو جاتی ہے موت کیا کسی انجام کا نام ہے نہیں' موت زندگی کی صورت کی تبدیلی کا نام ہے موت کسی خاتمے کا نام نہیں ہے زندگی ختم نہیں ہوتی زندگی کا ایک خال تبدیل ہو جاتا ہے زندگی شروع ہوتی ہے شکم مادر سے اس سے پہلے روح الگ تھی اور بدن کے اجزا الگ تھے کبھی زمین میں مٹی کی صورت میں تھے کبھی جنس کی صورت میں پھر باپ کی پشت میں اس میں صلب کی صورت میں پھر ماں کے پیٹ میں پھر ماں کے پیٹ میں بدن بنا اور روح کو اس بدن کے ساتھ اللہ نے ملا دیا جب روح اس بدن کے ساتھ ملی تو اس بدن اور روح کی مل کر زندگی کی ابتدا ہوئی یہ ابتدا ابدلاباد کے لیے ہے کبھی ختم نہیں ہو گی اس کی صورت بدلتی ہے وہ شکم مادر میں تھی تو بدن کی ضرورتیں بھی وہ نہیں تھیں جو دنیا میں پیدا ہونے پر اسے چمٹ جاتی ہیں اسے نہ باہر کی ہوا چاہیے تھی نہ باہر کی غذا چاہیے تھی نہ اسے پانی پینا ہے نہ اسے روٹی کھانی ہے نہ اسے کام کرنا ہے کچھ بھی نہیں بلکہ کئی پردوں کے اندر ماں کے پیٹ میں وہ پرورش پا رہا ہے اس میں روح بھی ہے اور بدن بھی ہے بدن کی ضروریات بھی مختلف ہیں۔

اس کی ضرورتیں نئے عالم میں آ کر نئی ہو گئیں پھر اسے آکسیجن کی ضرورت بھی پڑ گئی پھر اسے پانی کی ضرورت بھی پڑ گئی پھر اسے غذا کی ضرورت بھی پڑ گئی اسے دوا کی ضرورت بھی پڑ گئی تو یہ اس کی زندگی کا خاتمہ تو نہیں تھا زندگی کا ایک حال تبدیل ہو گیا جب دنیا سے جاتا ہے تو پھر ایک حال بدل جاتا ہے روح اور بدن کا تعلق ویسا ہی رہتا ہے لیکن یہ بدل جاتا ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد روح بجائے اس کے کہ جسم کے اندر رہے اسے الگ کر لیا جاتا ہے جو عمومی قانون ہے روح کو الگ سے ٹھکانہ مل جاتا ہے اچھے کو اچھا برے کو برا لیکن بدن کے ہر ذرے کے ساتھ اس کا رشتہ ویسے ہی استوار رہتا ہے اگر وہ بدن جل بھی گیا اسے درندے کھا گئے اسے مٹی کھا گئی اسے کیڑے کھا گئے تو روح کو عذاب ہو رہا ہے وہ اجزائے بدن خواہ کسی دوسرے کے جسم میں چلے گئے ہیں تب بھی ایک ایک جزو کو عذاب کا حصہ پہنچتا رہتا ہے جس طرح آج کی سائنس کی دنیا میں تو ہم کہتے ہیں کہ اتنے کروڑوں اربوں کھربوں جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں ملیریا کے پھر ٹیکہ لگایا گولی دی وہ جراثیم مر گئے ملیریا ٹھیک ہو گیا تو جس بندے کو ملیریا ہوا تھا اسے ملیریا کا احساس تو ہے سردی کا بخار تھا لیکن جراثیم پیدا ہونے اور مرنے کی اسے کوئی خبر نہیں جو آپ کہتے ہیں کہ کھربوں کے حساب سے تمہارے خون میں تھے اور مر گئے اسے نہ ان کے ہونے کا پتہ ہے نہ اسے ان کے مرنے کی خبر ہے اسی طرح کسی کے جسم کے اجزاء اگر درندہ بھی کھا جائے تو بغیر اس کے کہ درندے کو احساس ہو اللہ ان کو عذاب دینے پر قادر ہے ان کو ثواب دینے پہ قادر ہے جل بھی جائے تو مادہ اپنی کسی نہ کسی شکل میں تو تبدیل ہو کر رہ ہی جائے گا ہڈی نہ سہی راکھ ہو گئی گوشت نہ سہی کھائی خاک تو ہو گی تو وہ ذرات وہ ایٹم جہاں جہاں بھی تبدیل ہو کر چلے جائیں آپ کسی صورت میں بھی بدل لیں ایٹم کا ایٹم ہی رہتا ہے اور ساری کائنات کا نظام ایلیموں کی مختلف آمیزشوں سے اللہ نے ترتیب دیا ہے کسی خاص ترتیب سے ایٹم ملتے ہیں پتھر بن جاتا ہے دوسری ترتیب سے ملتے ہیں سونا بن جاتا ہے تیسری ترتیب سے ملتے ہیں درخت بن جاتا ہے کسی اور ترتیب سے ملتے ہیں پانی بن جاتا ہے یہ سارے اسے میں موجود ہیں تو آپ اس مادی وجود کو کتنی صورتوں میں تحلیل کرتے جائیں اپنی ایٹمی حیثیت کو برقرار رکھے گا ہر ایٹم کا تعلق اپنے روح کے ساتھ موجود رہے گا اور اگر اسے عذاب ہو رہا ہے تو ہر ذرے کو پہنچے گا اگر اسے ثواب ہو رہا ہے تو وہ مسرت بھی ہر ذرے کو پہنچے گی یہ حال جو ہے اس میں یہ تو بحیثیت انسان ہے اس میں کافر بھی برابر

کا شریک ہے۔

لیکن آپ سمجھتے ہیں کہ کافر اور مومن کی موت ایک جیسی نہیں ہوتی قرآن حکیم نے دونوں کو الگ الگ بیان فرمایا ہے کافر کی موت کا ذکر قرآن میں الگ طرح کا ہے مومن کی موت کا ذکر الگ طرح سے۔ گویا تعلق تو کافر کی روح کا بھی رہتا ہے لیکن مومن کی روح کے تعلق کی نوعیت اپنی ہوتی ہے اس کا ایک احترام اس کی ایک عزت اس کا ایک مقام و مرتبہ بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ مومن کی قبر کا اگر کوئی پتھر توڑا جائے تو وہ توہین شمار ہوتی ہے اور یہ شمار ہوتا ہے کہ جیسے زندگی میں آپ نے اس کا کوئی عضو توڑ دیا اس طرح سے اس کی توہین کی اس پر سے قدم رکھ کر گزرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ حدیث میں ارشاد ہے۔

کہ آگ میں پاؤں رکھ کر گزر جاؤ مومن کی قبر پر پاؤں مت رکھو اس حدیث کا مفہوم ہے کہ آگ میں پاؤں رکھنا پڑے تو خیر ہے لیکن مومن کی قبر پر پاؤں مت رکھو۔

مومنین میں پھر درجے ہیں بدکار اور جو نیک کی کیفیت ہے اس میں فاصلہ ہے ایک عام نیک اور ایک صاحب علم نیک ان کی جو حیثیت ہے ان میں بہت بڑا فاصلہ ہے شرعی طور پر فاصلہ ہے پھر عام فوت ہونے والا مومن اور شہید ہونے والے مومن کی موت میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔ حتیٰ کہ شہید کی موت جو ہے وہ دوسرے معنوں میں بعینہٖ حیات ہے کہ اس کی روح کا تعلق اس کے بدن کے ساتھ اتنا مضبوط رہتا ہے کہ جیسے دنیا میں جسم گلتا سڑتا نہیں بعد الموت بھی اس کا جسم گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور صدیوں بعد ایسے اجسام زمین کے سینے سے نکلے جو تروتازہ تھے غالباً" چوہتر پچھتر میں مغربی ممالک سے کئی صحابہ کرام کے جسم منتقل کیے گئے اور اٹھتر میں مسجد نبوی کی جب توسیع کی گئی تو اٹھتر میں صحابہ کے جو مزارات اس توسیع کی زد میں آتے تھے مدینہ منورہ میں کھولے گئے وہاں سے ان مبارک وجودوں کو جنت البقیع میں منتقل کیا گیا وہ تروتازہ تھے جیسے ابھی فوت ہوا ہو چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی تروتازہ تھے تو شہداء احد کے وجود جو ہیں یہ پہلے آگے تھے اب آبادی بن گئی ہے پھر وہاں سے منتقل کر کے جہاں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے یہاں دوبارہ دفن کیے گئے ان کے وجود تروتازہ تھے بلکہ حضرت امیر حمزہ سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو یہاں تک تفصیل ہے کہ وہ کسی مٹی کھودنے والے سے غلطی سے وہ پھاوڑا سا آپ کے پاؤں پر لگ گیا تو پاؤں سے خون نکلنا شروع ہو گیا۔

تو گویا شہید کی جو موت ہے وہ جو تبدیلی ہے زندگی کی موت زندگی کی صورت کو بدلنے کا نام ہے تو شہید کی جواس صورت کی تبدیلی ہوتی ہے تو اس میں روح کا تعلق وجود سے اتنا مضبوط رہتا ہے کہ وجود گلتا سڑتا نہیں اور قرآن حکیم نے اسے مردہ کہنے سے منع کر دیا۔ ولا تقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات - جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں یقتل قتل کا فعل ہی بدن کی ٹوٹ پھوٹ پر ہوتا ہے وہ تلوار سے ہوتا ہے یا گولی سے ہوتا ہے یا کسی طرح بھی تو بدن کی ٹوٹ پھوٹ ہی اس کی موت کا اس کی زندگی کی تبدیلی کا سبب بنتی ہے اس کا جنازہ پڑھا جاتا ہے اسے قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس کے باوجود اللہ فرماتا ہے یہ مت کہو کہ یہ مردہ ہے یہ زندہ ہے کیسے زندہ ہے وانتم لاتشعرون - یہ بات تمہاری عقلی استعداد سے بالاتر ہے ایک شخص کو کفن بھی دیا جنازہ بھی پڑھا اسے قبر میں بھی اتار دیا مٹی بھی ڈال دی وہ زندہ بھی ہے تو وہ کیسے زندہ ہے فرمایا یہ صرف سن کر مان سکتے ہو عقلی تجزیہ کر کے تم اسے نہیں سمجھ سکتے بلکہ دوسری جگہ فرمایا یہ سوچنا بھی حرام ہے کہ شہید مرچکا ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموات- ان کے متعلق یہ سوچنا بھی یہ گمان کرنا بھی کہ یہ مرچکے ہیں یہ جائز نہیں ہے بلکہ احیا عند ربهم یرزقون - اپنے رب کے پاس زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ تو اس کا مطلب ہے شہید کی جو تبدیلی زندگی کی ہے حیات کا رخ جب بدلتا ہے روح جب

جسم سے الگ کی جاتی ہے تو جس طرح جسم میں ڈالی گئی تھی جسم کی ضروریات جب بدڑلی ہیں جسم سے الگ کی گی تو حالات بدل جاتے ہیں جسم کو مادی غذا کی ضرورت نہیں رہتی مادی فضا کی ضرورت نہیں رہتی گرمی و سردی کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس پر وہ سارے حال وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں جہاں روح ہے۔ اگر روح عذاب میں ہے خدانخواستہ تو برزخ کے عذاب درد شدتیں تکلیفیں اس کے حصے میں بھی آتی ہیں اگر وہ ثواب میں ہے تو وہاں کی راحتیں ان کی غذائیں جو اسے ملتی ہیں اس کی لذت اس کے حصے میں بھی آتی ہے لیکن وہ اگر اتنا سعید اتنا خوش قسمت ہے کہ وہ شہید ہے تو پھر تو اس کے بدن کا تعلق اس کے روح سے اتنا مضبوط رہتا ہے کہ جیسے دنیوی زندگی میں تھا کہ بدن کے اندر روح ہوتی ہے تو وہ گلتا سڑتا نہیں اور شہید کی روح کا تعلق بدن سے اتنا ہی مضبوط ہوتا ہے کہ وہ گلتا سڑتا نہیں اب یہ تعلق ہے اس شخص کی روح کا جسے نبی کی غلامی میں جان دینے کا شرف حاصل ہو تو جس کی غلامی میں جان دے کر اتنا کمال نصیب ہوتا ہے خود اس کی روح پاک کا بدن کے ساتھ کیا تعلق ہو گا۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ اللہ کے دوست جو ہوتے ہیں وہ مرتے نہیں لایموتون بل ینتقلون من المکان الی المکان کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں جیسے ایک شہر سے دوسرے شہر میں ایسے وہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ جب یہ تبدیلی ہوتی ہے جب یہ تعلق برزخ سے قائم ہوتا ہے اور حیات دنیوی ختم ہوتی ہے تو ان مبارک جسموں وجودوں انسانوں کا وہ رشتہ جو بقائے حیات کے لیے اس عالم سے تھا وہ بقائے دوام کے لیے عالم برزخ سے جوڑ دیا جاتا ہے روح کا تعلق شہید کا بدن کے ساتھ، ولی کے بدن کے ساتھ ویسا ہی رہتا ہے لیکن کھانا اس دنیا کا نہیں کھانا وہ اس دنیا کا کھاتا ہے موسم اس دنیا کے نہیں وہاں کے انجائے کرتا ہے دن رات اس عالم کے نہیں ان سے اس کا رشتہ جوڑ دیا جاتا ہے اور یہی حال انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کی ارواح مقدسہ کا ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت یا دنیوی زندگی کا تمام ہونا یہ وہ ہوتا ہے کہ جتنی ضروریات و حاجات بقائے حیات کے لیے عالم دنیا سے جڑی ہوتی ہیں انہیں اس عالم سے منقطع کر کے اس عالم سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ نبی کا وجود نہ گلتا ہے نہ سڑتا ہے نہ اسے کوئی چیز کھاتی ہے نہ اسے کوئی موسم خراب کرتا ہے بلکہ اس میں ہر نبی کی روح وجود کے اندر ویسا ہی اس کا تعلق ہوتا ہے جیسا دنیا میں تھا اس بقائے حیات اور وجود کی بقا اور روح اور وجود کے تعلق کی بقا کے لیے جو ضروریات تھیں ہوا یا غذا یا آکسیجن یا ماحول یا روشنی کھانا یا بھوک یا پانی یہ ساری ضروریات اس عالم سے ان پر تبدیل کر کے اس عالم کے ساتھ جوڑ دی جاتی ہیں اور تمام نبیوں کے بھی سلطان ہیں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر یہ مانا بھی جائے کہ جس طرح نیک لوگوں کی روحیں الگ ہو کر اعلیٰ مقام پر رکھی جاتی ہیں یہ تو قاعدہ ہے کہ بدکار کی روح یا کافر کی روح جائے گی تو پہلے سے کم تر مقام پر جائے گی اس لیے جو سجین ہے یا جو گرفتار شدگان کا خانہ ہے وہ اس دنیا سے نیچے کی طرف چلتا ہے جتنا کوئی بدکار ہے اتنا زیادہ نیچے جاتا ہے اور جو علیین ہے وہ یہاں سے اوپر کی طرف اٹھتا ہے جتنا کوئی نیک ہے اتنا زیادہ بلندی پہ جاتا ہے تو روح اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر الگ کر دیا جائے تو یہ حق بنتا ہے کہ پہلے جس مقام پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر تشریف فرما تھی اس سے اچھے مقام پر رکھا جائے یہ تو قانون ہے اور کائنات میں جتنے مقامات رب نے تخلیق کیے ہیں اس روح کے رہنے کا جو مقام ہے یعنی جسم اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اچھا کوئی مقام رب نے پیدا ہی نہیں کیا کہ کائنات کی ساری تخلیق کی جو فضیلت ہے اس کو آپ پڑھئے علماء سے سنئے سمجھیئے جانیئے تو جو کچھ رب نے تخلیق فرمایا وہ عرش ہے یا وہ جنت ہے یا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات ہیں تو ساری تخلیق میں سب سے اعلیٰ مقام اس روح

کو جو نصیب ہوا وہ جسم اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اگر روح اطہر کو جسم اطہر سے جدا رکھا جائے اور وہ اپنے مقام سے کم تر جگہ پر جائے خواہ اسے عرش پر ہی بٹھا دیا جائے یہ تو قانون ہی نہیں ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے اس عالم سے اپنا وہ مقررہ وقت جو اللہ نے متعین فرمایا تھا پورا کر کے تشریف لے جا چکے عالم برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رنجہ فرمایا لیکن برزخ میں داخلے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وجود اطہر کے ساتھ روح اقدس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ تو شہید کا بھی بدن کے ساتھ تعلق ہے تو روضہ اطہر کے اندر قبر مبارک کے اندرر جسم اطہر اسی طرح ہے اور اس میں روح اقدس اسی طرح مکین ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات دنیوی میں چشم عالم کے سامنے جلوہ افروز تھے اسی کو حیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے اور یہی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ہے اس کی طرف یہ ایہ مبارک ارشاد فرما رہی ہے۔

کہ تم کسی دوسرے کے پیچھے جاتے ہو جب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری شان کے ساتھ ویسا ہی جلوہ افروز ہے جیسا بعثت کے وقت۔ کیف تکفرون وانتم تتلی علیکم ایت اللہ جب کہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تم کیسے کافر ہوتے ہو وفیکم رسولہ اور تم میں اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات موجود ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات موجود ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں اور وہ برکات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں ہونے کے سبب وجود اقدس کے باعث موجود تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے اوپر سے روضہ اطہر کے اندر تشریف لے گئے ان برکات میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم دنیا کے بجائے عالم برزخ میں جلوہ افروز ہو گئے تو ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو کوئی تبدیلی کوئی انقلاب نہیں آیا بلکہ تم میں ویسے ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں وفیکم رسولہ

اب اسے دو انتہاؤں کے درمیان کھینچ کر مسلمانوں کے درمیان الجھاؤ پیدا کر دیا گیا ہے ایک نے کہا کہ فیکم رسول سے مراد اس طرح حاضر و ناظر ماننا چاہیے جیسے اللہ کی شان ہے یہ سب عقیدہ اسلام کے منافی ہے اور دوسروں نے بہت زیادہ اصلاح کی اور انہوں نے اصلاح کا یہ انداز اپنایا کہ سر میں درد ہے سر ہی کاٹ دو اچھا اصلاح کا طریقہ ہے بھائی۔ تو سر میں اگر درد ہے تو سر کاٹنا اس کا علاج نہیں ہے سر کی بھی ضرورت ہے درد کو ٹھیک کیا جائے تو انہوں نے حیات النبی کا ہی انکار کر دیا تو وہ بھی ایک اسلام کے عقیدے کا بنیادی عقیدے کا انکار ہے اس سے فرار ہے کہ آپ صفات باری کو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں ماننا شروع کر دیں تو یہ اسلام سے فرار ہے اور حیات النبی کا انکار اسلام سے دوسری طرف فرار ہے نہ اس میں اسلام کی کوئی عظمت و شوکت ہے نہ اس میں اسلام کی کوئی عظمت و شوکت ہے بلکہ اپنے کو اپنے نبی علیہ السلام کی برکات کو ساتھ سمجھو تو ہم کہتے ہیں کہ ہم تک تو وہ برکات نہیں پہنچتی تو ہمیں تو وہ حاصل نہیں ہوتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو لوگ اتنے نیک ہو گئے تھے لوگ اتنے اچھے ہو گئے تھے تو وہ ہم تک تو نہیں پہنچتیں تو وہ بڑا خوبصورت جملہ کسی نے کہا تھا

کہ کوئی کمی ہمیں میں ہے کہ یاد ان کو نہ آ سکے

تو یہ جو تبدیلی آ گئی ہے اس کو ادھر منسوب نہ کیا جائے اس کو اپنی طرف منسوب کر کے دیکھو کہ جو برکات سے کماحقہ مستفید ہوتے تھے وہ لوگ کیسے تھے۔

تھے تو وہ آبا ہی تمہارے مگر تم کیا ہو؟

اور ان کی عقیدت ان کی ارادت ان کی غلامی ان کے

درمیان رشتوں کا حال کیا تھا ہمارے رشتوں ہماری عقیدت ہمارے کردار میں کتنی تبدیلی آئی اور ان تبدیلیوں نے ہمیں ان برکات کے حصول سے محروم کر دیا ورنہ وہاں سے بٹنے میں کوئی فرق نہیں آیا اور فرمایا آج بھی۔

ومن یعتصم باللہ۔ آج بھی جو چمٹ گیا اللہ کے احکام کو اللہ کے دین کو اللہ کی رسی کو اللہ کی ذات کو جس طرح وہ لوگ اپنا آپ کھو بیٹھے ان کے لیے صرف اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام تھے ان کی اپنی رائے نہیں تھی۔ اسی طرح اگر آج بھی تم چمٹ جاؤ

فقد ھدی الی صراط المستقیم تو جو بھی چمٹ گیا وہ اسی طرح ہدایت پا گیا اسے اللہ کی رہنمائی نصیب ہو گئی زمانے کی تبدیلی کے اثرات تو ہوں گے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسم اور روح اطہر کے سمیت اس دنیا میں جلوہ افروز تھے تو سامنے آنے والا صحابی بن جاتا تھا اب ہم اس عالم میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں ہیں تو عالم کی تبدیلی کا اثر تو اپنی جگہ ہو گا روضہ اطہر پر حاضر ہونے والا صحابی تو نہیں بنے گا اس لیے کہ ایک عالم کا درمیان میں فرق ضرور ہے لیکن فرق عالم کی تبدیلی کا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تبدیلی نہیں آئی اور نہ اس انسان میں کوئی تبدیلی انسان وہی طالب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی اور رسول ہیں صحابی تو نہیں بنے گا لیکن ہدایت کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پا سکتا ہے۔ فقد ھدی الی صراط المستقیم

تو اسلام رشتے کا نام ہے تعلق کا نام ہے محبت کا نام ہے عشق کا نام ہے اور اس دیوانگی کا نام ہے جو اپنی ذات سے بیگانہ کر کے ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا کر دے یہ نعمت جسے بھی جہاں بھی نصیب ہو جائے اس کے لیے وہ ساری برکات موجود ہیں وہ گلشن کھلا ہوا ہے وہ خزانے لٹ رہے ہیں وہ انعامات بٹ رہے ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ جو آج بھی جھولیاں بھر بھر لے رہے ہیں اگر ہمیں یہ شکوہ ہو معاذ اللہ کہ ہمیں کچھ نہیں مل رہا تو ہمیں اپنا دامن اپنی جھولی اپنی کیفیت اپنا حال اپنا رخ اپنی سمت تلاش کرنی ہو گی۔ کہ ہمارا دامن ہے بھی سہی کہ نہیں جھولی ہے بھی یا پھٹ چکی ہے ہم نے پھیلائی بھی ہے یا مطمئن ہو کر کھڑے ہیں پھیلائی ہے تو کس سمت پھیلائی ہے کس کا اتباع کر رہے ہیں کس کے پیچھے چل رہے ہیں کہاں سے ملے گا۔ تو اگر یہ سمتیں درست کر لی جائیں اپنی حیثیت مان لی جائے کہ ہم مانگنے والے ہیں مانگنے والا اگلے کی عطا کا منتظر ہوتا ہے اپنا حکم نہیں چلاتا ہم بھی اگر دین میں اپنی رائے داخل کرنا چھوڑ دیں اس طرف سے انتظار کریں ان کے حکم کا اتباع کریں جہاں سے لینا ہے وہیں سے مانگیں ہمارا دامن تو کبھی کافر کے آگے پھیلتا ہے کبھی یہودی کبھی نصاریٰ کے آگے کبھی ہندو اور کبھی عیسائی اور برکات تلاش کرتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تو ایک نرالی منطق ہے ہم شکل سے لے کر لباس تک سوچ سے لے کر غذا تک تو ہم زندگی کے ہر شعبے میں کافر جیسا نظر آنا کافر جیسا بننا کافر کی مشابہت اختیار کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں آپ دیکھ لیں جسے دو وقت کا لقمہ نصیب ہوتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہے کافر بننے کی اور اسے مسلمانوں کے حلیے میں رہتے ہوئے شرم آتی ہے تو برکات اسلام کہاں سے لے گا یعنی رخ تو ہے آپ کا اس طرف اور آپ کہتے ہیں برکات اس طرف کی مل جائیں دامن پھیلایا ہوا ہے اس نل کے نیچے آپ کہتے ہیں پانی اس کا مل جائے کیسے مل جائے گا بھائی پہلے تو دامن کو رفو کیجئے پھر سمت درست کیجئے پھر لینے والے بنیے یہ سب کچھ آج بھی موجود ہے اور فرمایا تم کیسے محروم ہو سکتے ہو بھلا و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تاریخی خط

انجمن خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور

مخدومی و مکرمی قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے "رحمت کائنات" میں رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ مقدس کے اندر حضور کے جسدِ عنصری میں لطیفہ دنیاوی زندگی کی طرح روح کا موجود ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اس پاکیزہ مقصد کے ثبوت میں آپ نے احادیث۔ آثار۔ اقوالِ سلف اور خلف۔ اور برزخی واقعات کا ایک عجیب مجموعہ جمع کر کے بے نظیر گلدستہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنے والے کو اس گلدستہ سے یقین کامل حاصل ہو جائیگا۔ کہ حضور انور کی حیاتِ طیبہ جیسی سطح زمین پر تھی ویسی ہی مزار اقدس میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ آپ کو اس سعی بلیغ کی دارین میں جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

احقر الانام احمد علی عفی عنہ
۱۳۷۸ھ
۲۶ ر رمضان المبارک

سوال آپ کا
جواب شیخ المکرمؒ کا

ایک سوال تھا انوارات کی کثرت کا یا جو پاس بیٹھتا ہے اسے زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئی یا اسے بیت اللہ کی زیارت ہو گئی یا خود پہ مدھوشی آ جاتی ہے تو اس طرح کی صورتیں جب واقع ہوتی ہیں تو اس وقت ہی لکھ کر رہنمائی حاصل کر لینی چاہیے۔

جب بھی کسی آدمی پر اس کی قوت برداشت سے زیادہ انورات آ جاتے ہیں تو یہی حال ہوتا ہے یہ کیفیت اگر ہو تو اسی وقت لکھ دیں تو یہ شدت کم کی جا سکتی ہے اب انشاء اللہ کم ہو جائے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ذکر کی دعوت کسی مشاہدے کے لیے دینا درست ہی نہیں۔ ذکر محض اللہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ذکر کرنے سے مشاہدات ہو جاتے ہیں لیکن اگر ساری زندگی مشاہدات نہ ہوں تو اس میں حرج نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ کہ جنہیں مشاہدات ہوتے ہیں ایک حد تک وہ اپنے مجاہدے کا اجر لے لیتے ہیں اور اخروی اجر جسے مشاہدہ نہیں ہوتا اسے مشاہدے والے سے زیادہ ملے گا۔ کیوں کہ اس کی ساری محنت اس میں جمع ہو رہی ہے آخرت کے لیے۔ مشاہدہ غرض نہیں ہوتی، انورات کو دیکھنا یا منازل کو دیکھنا غرض نہیں ہوتی، ان کا حصول غرض ہوتی ہے کہ منازل حاصل ہو جائیں منازل کا حصول غرض اس لیے ہے کہ وہ مظہر ہیں اللہ کی رضا کا، اللہ کے قرب کا، مقصد تو قرب الٰہی کا حصول ہے۔ لیکن منازل قرب الٰہی کا مظہر ہیں اسی لیے جنت مانگنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے اور یہ ترغیب دی گئی کتاب اللہ میں، حدیث شریف میں بھی کہ اللہ سے جنت مانگو اس لیے نہیں کہ جنت کوئی مقصد حیات ہے مقصد حیات رضائے الٰہی ہے اور جنت اس کا مظہر ہے اس کا اظہار ہے جسے اللہ کی رضا نصیب ہو گی اسی کو جنت نصیب ہو گی تو اس طرح سے جسکا مانگنا ضروری ہو گیا اسی طرح منازل کا حصول جو ہے وہ مظہر ہے قرب الٰہی کا اس کے لیے مجاہدہ کرنا تو صحیح بات ہے لیکن نرے مشاہدات کے لیے دعوت دینا صحیح نہیں۔ دعوت کی بنیاد یہ ہے کہ جو بھی ذکر کرے وہ کچھ دن ذکر جس طریقے سے ہم بتاتے ہیں وہ کرتا رہے اور پھر وہ اپنی زندگی اپنے معمولات کو پرکھے۔ ذکر سے پہلے جس طرح اس کے معمولات تھے ان میں اگر ذکر کے بعد فائدہ ہوتا ہے مثبت تبدیلی آتی ہے اگر پہلے بھی نمازیں پڑھتا ہے پھر پڑھتا ہے تو ذکر کے بعد نمازیں پڑھنے میں کچھ زیادہ خشوع و خضوع پیدا ہونے لگ گیا یا پہلے دس خطائیں روز کرتا تھا اور ذکر کی وجہ سے آٹھ پر آ گیا سات پر آ گیا پھر تو بات بن گئی۔

ذکر کی دعوت کی بنیاد یہ ہے کہ اس کا مزاج بدلے اس کا دل بدلے اس کی خواہشات بدلیں اور اس کا طرز عمل تبدیل ہو اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور ولایت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ مومن کو تاریکی سے روشنی کی طرف، گمراہی سے ہدایت کی طرف، اللہ کی طلب میں کمی سے شدت کی طرف، محبت الٰہی میں محرومی سے اس کے حصول کی طرف لے کر آتا ہے تو ذکر کی دعوت کی بنیاد ہی یہ ہے اور یہی بہت بڑا کام ہے لوگوں کو تو سمجھ ہی نہیں ہوتی انہیں تو کوئی ٹیلی پیتھی والا کوئی عجیب بات دکھا دے کوئی مداری تماشا دکھا دے تو سمجھتے ہیں کہ یہی بڑا کرتب ہو گیا لیکن کوئی ٹیلی پیتھی والا کوئی مداری کسی کا دل کسی کی تمنا کسی کا عقیدہ نہیں بدل سکتا اصل کام یہ ہے کہ انسان کا دل

بدلے اور وہ مثبت تبدیلی حاصل کرے۔

سوال: کسی غیر مسلم کو بھی ذکر کرایا جاسکتا ہے۔

جواب: اللہ کی تو ساری مخلوق ہے اور غیر مسلم بھی اگر ذکر کرتا رہے تو اسے اسلام نصیب ہو جاتا ہے لیکن غیر مسلم کو آپ طریقہ بتا سکتے ہیں وہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر کرتا رہے آپ ساتھ ذکر نہیں کرا سکتے جب تک وہ ایمان نہ لائے تب تک اس کے لیے یہ ہے کہ آپ اسے طریقہ بتا دیں وہ اپنی جگہ بیٹھ کر کرتا رہے۔

سوال: درود شریف میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مراد ہے جبکہ نبی کریمؐ کی اولاد نرینہ بقید حیات نہیں ہے۔

جواب: بڑے سادے سادے سوال ہوتے ہیں قران حکیم نے لفظ آل کو خود متعدد جگہ استعمال فرمایا ہے سب سے پہلے سورۃ بقرہ میں آتا ہے واغر قنا فرعون وال فرعون ۔ تو فرعون کے ساتھ کیا اس کی اولاد نرینہ غرق ہوئی تھی ال کا مطلب کسی ڈکشنری میں نہیں۔ کسی ترجمے میں نہیں ہے ال کا مفہوم ہوتا ہے پیرو کار' ماننے والے' ساتھ چلنے والے' مطیع' اطاعت کرنے والے۔ جیسے آپ پنجابی میں کہتے ہیں فلاں آدمی اور اس کا سارا ٹولہ۔ یہ جو ٹولہ کہتے ہیں کسی کا اس کی اگر آپ عربی میں بات کریں گے تو آپ اس کے نام کے ساتھ ال لگا دیں گے اس کی جماعت اس کے پیرو کار اس کے اطاعت گزار اور اسی طرح قرآن حکیم میں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے جس نام کے ساتھ ہوا ہے اس سے پیرو کار مراد لئے گئے ہیں یہاں بھی درود حق ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے علاوہ آپ کسی پر درود نہیں پڑھ سکتے کسی نبی پر بھی نہیں آپ کسی نبی پر بھی اگر صلوۃ کا لفظ پڑھیں گے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پڑھیں گے۔ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلو والسلام تو یہ درست ہو گا ہمارے نبی پر اور ان پر درود بھی ہو اور سلام بھی ہو لیکن اگر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کریں گے تو آپ کہیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ سلام کا حکم تو قرآن میں سب نبیوں کے لیے موجود ہے صلوۃ کا حکم صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور صلوۃ سے مراد ہے اللہ سے طلب رحمت درود اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ درود درہ یدرؤ سے ہے۔ درود کا معنی ہے مسلسل جاری رہنے والا اور اس کو درود اس لیے کہا گیا ہے کہ قرآن نے فرمایا۔

ان اللہ ملیکتہ یصلون علی لنبی۔ اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ بھیجتا ہے اس کے فرشتے اللہ کے نبی پر صلوۃ بھیجتے ہیں تو یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ کا فعل منقطع نہیں ہوتا اس میں دوام ہے۔ اب ایک کام ہو رہا ہے ہمارے کہنے سے تو نہیں ہوتا وہ تو ہو رہا ہے اللہ کریم بھیج رہے ہیں سارے فرشتے بھیج رہے ہیں صلوۃ والسلام ہمارے کہنے سے' ہمیں یہ سعادت بخشی گئی کہ تم نہ بھی کہو تو وہ نعمت تو وہاں نازل ہو رہی ہے تُم یہ دعا کر کے خود کو سعادت مند ثابت کر لو گے خود اپنے لئے اس میں سے برکات حاصل کر لو گے تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہو گا کہ جو نعمت اللہ کریم مسلسل نازل فرما رہے ہیں تم وہ دعا کرو گے تو اس دعا کے طفیل تمہیں بھی برکات نصیب ہوں گی یہ ہماری ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شان یہ ہے کہ آپ کی وساطت جسے نصیب ہو جائے اسے وہ خاص رحمت باری کا استحقاق نصیب ہو جاتا ہے جو صرف آپ کا خاصہ ہے۔ جیسے والد کی وراثت کا بیٹا یا اس کی اولاد مستحق ہوتی ہے اس رشتے کے طفیل اسی طرح نبی علیہ السلام کی برکات کا امتی مستحق بنتا ہے۔ جو واقعی امتی ہو اسی لئے آل محمد کہا گیا۔ ال محمد میں وہی لوگ آئیں گے جو واقعی خلوص دل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور جن کا امتی ہونا ثابت نہیں ہو گا وہ ال میں بھی شامل نہیں ہوں گے برکات میں بھی شامل نہیں ہوں گے۔ یہاں تو کہنے سے ہم کسی کا انکار نہیں کر سکتے جو بھی کہتا ہے ٹھیک ہے لیکن آخرت میں معاملہ حقیقت پر فیصلہ ہو گا کہنے پر اور دعوے پر نہیں ہو سکتا ہے ایک شخص بظاہر بہت گنہگار ہو لیکن اس کے دل

میں یہ درد ہو کہ میں گناہ نہ کروں اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کروں ہو سکتا ہے ایک شخص بظاہر بہت نیک ہو لیکن اس کے دل میں یہ ہو کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بیچ کر دولت کماؤں یا شہرت کماؤں بھئی دلوں کے حال تو اللہ جانتا ہے اس لیے ہم کسی کا فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کون ال میں ہے کون نہیں ہے جو بھی کلمہ گو ہے وہ ال میں ہے ہمارے نزدیک' آپ کے نزدیک سنسسونیا میں فقہاء کے نزدیک۔ میدان حشر میں معاملہ قلبی تعلق پر ہو گا۔ تو درود شریف کی خصوصیت یہ ہے کہ اہل حق فرماتے ہیں کہ ہر دعا کے پہلے اور آخر درود شریف پڑھا جائے اس لیے کہ درود وہ دعا ہے کہ آپ مانگیں نہ مانگیں یہ پوری ہو رہی ہے آپ کی ایک دعا تو من و عن قبول ہو جاتی ہے۔

اللھم صلی علی سیدنا محمد و علی ال محمد و بارک وسلم ۔ ہم نے دعا کی تو وہ دعا اس سے پہلے پوری ہو رہی ہے اور مسلسل ہو رہی ہے تو کوئی دعا کرنے سے پہلے اگر آپ درود پڑھتے ہیں اور دعا کا خاتمہ بھی درود پر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں اللہ سے یہ بعید ہے کہ پہلی بات بھی مان لے آخری بھی مان لے درمیان کی چھوڑ دے یہ اس کی شان کے خلاف ہے۔

تو ال محمدؐ سے ہر وہ شخص مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان رکھتا ہے۔

اب جتنا جتنا اس کا تعلق ہے اتنا اتنا اسے ان برکات سے حصہ نصیب ہو رہا ہے۔

سوال : کثرت ذکر کے علاوہ کونسے لسانی اذکار ہیں یا اعمال ہیں جن سے روح میں ترقی پیدا ہوتی ہے۔

جواب : اوراد میں سب سے اچھا وظیفہ درود شریف ہے حصول برکات کے لیے اور اگر دنیاکی طرف زیادہ رغبت ہو تو دنیا سے انقطاع کے لیے کلمہ طیبہ سب سے اچھا موثر وظیفہ ہے کثرت سے پڑھنے سے دنیا کی جو محبت ہے وہ دل سے نکل جاتی ہے۔

سوال : اگر کوئی شخص یہ خواہش کرے کہ میرا فلاں رشتہ دار یا دوست ذکر شروع کر دے اور وہ رشتہ دار اس دعوت کو قبول نہ کرے تو کیا ذکر شروع کرنے سے پہلے اس کے دل پر انوارات یا اثرات القا کیے جا سکتے ہیں۔

جواب :۔ یہ شرعاً" جائز نہیں ہے۔ آپ دعا کر سکتے ہیں لیکن آپ کسی کو طاقت سے ذکر کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے اور اس سے فائدہ نہیں۔ خود اپنا بھی نقصان ہوتا ہے اس لیے کہ ہر شخص کا معاملہ رب العلمین کے ساتھ ہے اور اللہ نے یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ اپنے دل سے فیصلہ کرے کہ وہ اطاعت کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا انک لاتھدی من اجبت ۔یہ ممکن نہیں ہے کہ جسے آپ چاہیں ہدایت ہو جائے نہیں وہ یہ خود بھی چاہیے جسے ہدایت ہونی ہے وہ چاہے ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں حصرت ابو طالب کے لیے بہت بڑی خواہش تھی کہ کاش یہ میرے کان میں ہی ایک دفعہ کلمہ کہہ دیں اسی پہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تھی۔

صرف آپ کے چاہنے سے ہدایت ملے' پھر تو قانون بدل گیا پھر انصاف کس بات کا' محاسبہ کس بات کا' وہ شخص خود فیصلہ کرے پھر آپ کی برکات کا دھارا آپ کی توجہ آپ کی محبت آپ کے زیادہ اس پر شفقت کی وجہ سے بہت زیادہ اسے وصول ہو جائے گا لیکن فیصلہ وہ خود کرے تو اگر انبیاء علیھم السلام کے ساتھ ایسا معاملہ ہے تو پھر ماد شما کی کیا حیثیت ہے۔ ہاں آپ دعا کافر کے لیے بھی کر سکتے ہیں کہ اللہ اسے ہدایت دے دے۔ مسلمان اگر بدکار ہیں تو مسلمان تو ہے لیکن اگر کافر بھی ہو تو اس کے لیے بھی دعا کی جا سکتی ہے کہ یا اللہ یہ میرا دوست ہے یا میرا رشتہ دار ہے یا میرا جاننے والا ہے اسے ہدایت دے دے یہ ایک جائز طریقہ ہے۔

سوال: یہ فوٹو نکالنا رکھنا اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: ایک کتاب کا نام مجھے یاد نہیں رہا اس دور میں یہ اس پر لکھی گئی ہے اس میں بہت فقہی بحث کی گئی ہے۔ تو ہر چیز کے پیچھے ایک وجہ ہوتی ہے جب وہ وجہ بدلتی ہے تو اس کے احکام بدل جاتے ہیں۔ بابر نے جب حملہ کیا تھا ہندوستان پر تو اسے شراب نوشی کی لت تھی چونکہ وسط ایشیائی اقوام ساری شراب پیتی تھیں سرد علاقہ تھا شراب لوگ خود بناتے تھے پیتے تھے تو مسلمان بھی آج کل کی طرح بلا تکلف پیا کرتے تھے بلکہ تاریخ میں یہ ہے کہ درہ خیبر میں ایک بزرگ ہوا کرتے تھے افغان ان کے ہاں اس کا اس جگہ راستے میں جب قیام ہوا تو ان سے ملنے کے لیے گیا ان کے ڈیرے پر گیا تو جہاں ان کا حجرہ تھا وہاں بیٹھا تھا تو بادشاہی قاعدے کے مطابق اس کے ساتھی وہ سارا سامان بھی لے گئے وہاں جب انہوں نے شراب ڈالی پیالوں میں تو ان بزرگوں نے فرمایا کہ میں آپ کو روک تو نہیں سکتا آپ حکمران ہیں سلطان ہیں بادشاہ ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ اس حجرے پر جب محاسبہ ہو گا تو صرف آپ ہوں گے جنہوں نے شراب پیا ہو گا۔ آپ کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی اللہ کے رو برو پیش نہیں ہو گا۔ تو بابر پینے سے باز رہا۔ شاید اس کا اثر ہو کہ پانی پت کے میدان میں جب وہ پہنچا تو لڑائی سے پہلے اس نے اللہ سے عہد کیا کہ بار الٰہا تو مجھے فتح سے ہمکنار کر اور میں اس شراب کی لعنت سے توبہ کرتا ہوں۔ جام وغیرہ توڑ دیئے لیکن اس کے ساتھ ایک پورا قافلہ تھا اونٹوں کا جس پر ساری شراب لدی ہوئی تھی۔ عرض کیا گیا کیا جائے گرا دی جائے تو انہوں نے کہا بھائی گرانے سے کیا فائدہ ہو گا یہ تو جانور گھوڑے اونٹ انسان اس سفر میں سارے بیمار ہوتے ہیں اور انہیں سرکے کی ضرورت ہوتی ہے سرکہ سب سے اچھی دوا ہے تو اس میں نمک ملا دیا جائے تو انہوں نے اس خاص مقدار کا نمک اس میں ملا دیا جس سے اس کا جو سکر ہے جو نشے کی کیفیت ہے وہ نفی ہو جاتی ہے اور اس میں جو سرکے والی خصوصیات ہیں کسی چیز کا تحفظ کرنا یا کسی کا باقی رکھنا یا ہضم کرنا یا مرض کا علاج بننا وہ خصوصیات باقی رہ جاتی ہیں اس پورے قافلے کی شراب میں نمک ڈال دیا گیا جو جانوروں اور انسانوں کی بیماریوں پر سرکے کے طور پر استعمال ہوا۔ یعنی اس میں وہ خصوصیت بدل گئی اس کا حکم جو ہے وہ بدل گیا وہ خصوصیت ہی اس میں نہ رہی۔

جس زمانے میں تصویر کا شدت سے منع کیا گیا تھا وہ سارا زمانہ ہی بت پرستی یا نقش کی پرستش کا تھا آج کے دور میں یہ ایک ضرورت ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ صدر سے لے کر پیروں تک سب کے فوٹو اخبار میں ہوتے ہیں اور لوگ بڑی بے تکلفی سے ان کی پڑیاں بناتے ہیں اور گلی میں پڑے ہوتے ہیں کوئی انہیں اٹھا کر نہ چومتا ہے نہ کوئی اٹھا کر ان کی پرستش کرتا ہے نہ ان کے ساتھ کسی کا احترام و عقیدت وابستہ ہے۔ تو آج بھی کسی تصویر یا کسی بت یا کسی فوٹو کے ساتھ اگر عقیدت وابستہ کی جائے گی تو وہ اسی حرمت کے حکم میں آئے گا اور وہی بت پرستی کا اس پر اطلاق ہو گا لیکن آج کی ضرورت کے لیے ہر ایک کی جیب میں بابا جناح بیٹھا ہوتا ہے نماز پڑھنے کے وقت اگر سارے لوگ نوٹ نکال کر ڈھیر لگا دیں تو نماز پڑھنا دشوار ہو جائے گا لوگ تو نوٹ لوٹنے لگ جائیں گے۔ تو وہ بت حصہ بن گیا آپ کی کرنسی کا۔ وہ تصویر حصہ بن گئی کرنسی کا۔ ہر ایک کے پاسپورٹ پر اس کا فوٹو لگا ہوا ہے اب وہ ہر جگہ جہاں جائے وہ نماز کے وقت بھی ادھر پاسپورٹ نکال کر رکھ دے تو اسے شاید ملے گا یا نہیں۔ ہر شخص کے پاس شناختی کارڈ ہے اس پر ایک تصویر لگی ہے اب وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتا یہ ضروریات ہیں اس دور کی کہ اس تصویر کے بغیر اس کی شناخت نہیں ہے پاسپورٹ کے بغیر وہ سفر نہیں کر سکتا وہ کرنسی کے بغیر کہیں جا نہیں سکتا یہاں تو جناح صاحب کی تصویر ہے ہم باہر جاتے ہیں جاپان' امریکہ' برطانیہ تو ان کے اپنے ہر ایک کی تصویریں لگی ہوتی ہیں۔ تو ان تصویروں کے ساتھ نہ کسی کی عقیدت ہے نہ کوئی ان کا ادب کرتا ہے نہ کوئی

ان کو اپنا رب اور ضرورت پوری کرنے والا سمجھتا ہے یہ اس حکم میں نہیں آتے۔ آج کے دور میں تصویر ذریعہ ابلاغ بھی ہے سب سے موثر ذریعہ جو بات پہنچانے کا ہے اس میں تصویر شامل ہے خواہ وہ ٹیلی وژن ہو اب جو نیا ٹیلی فون آیا ہے جو امریکہ وغیرہ میں استعمال ہو رہا ہے اس پر بھی چار ساڑھے چار انچ کی سکرین ہے جو آدمی آپ سے بات کر رہا ہے وہ سکرین پر آپ کو نظر آ رہا ہے جس طرح ٹیلی وژن ہیں اسی طرح کا وہ تصویری حصہ الگ ہے اس کے ساتھ وہ ہینڈل الگ ہے۔ آپ بات کرنا شروع کرتے ہیں جو سامنے بول رہا ہے جس سائز کی سکرین لے لیتے ہیں وہ آپ کی مرضی آپ اپنے پیسے سے لیتے ہیں تو اس سکرین میں جیسے کمپیوٹر میز پر پڑا ہوتا ہے اس طرح وہ پڑی ہوتی ہے مشین اس کی سکرین ہوتی ہے اس پہ اس کی تصویر آ جاتی ہے آپ بالکل سامنے بیٹھ کر بات کر رہے ہوتے ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں ہو جس طرح یہ ٹی وی کی نشریات کہ کہیں دنیا کے ایک حصے میں گیم ہو رہی ہوتی ہے اور آپ یہاں دیکھ رہے ہیں اسی کو ٹیلی فون میں کنورٹ کر دیا گیا ہے جہاں ویوز وصول ہوتی ہیں وہاں وہ تصویر بھی ریفلیکٹ ہو جاتی ہے جو سامنے بیٹھ کر بات کر رہے ہوتے ہیں۔

تو ان سب چیزوں کو اگر اس حکم کے ساتھ ہم لے کر چلیں گے تو ہمارا یہی حال ہو گا جو آج ہو رہا ہے ہمارا دینی طبقہ جو ہے یہ اتنا پیچھے رہ گیا ہے کہ یہ نہ آج کی ضروریات کو سمجھ سکتا ہے اور پاکستان کی حکومت علماء کو دے دیں تو یہ چلا نہیں سکتے اس لیے کہ جدید علوم کو انہوں نے دیکھا ہی نہیں، سمجھا ہی نہیں۔ اس لئے نہیں کہ یہ کوئی نالائق ہیں اس لیے کہ کوئی کتنا قابل بھی ہو جو فن وہ سیکھے گا نہیں اس کی نری قابلیت کیا کرے گی۔ ایک آدمی گاڑی چلانا نہیں سیکھتا تو وہ کتنا عقلمند بھی ہو نری عقل سے تو نہیں چلے گی اس کا ایک قاعدہ ہے سیکھنا پڑے گا۔ ہمارا بہت بڑا دینی طبقہ جو ہے وہ اس سے اس لیے محروم رہ گیا ہے

نیویارک میں ایک مولانا صاحب کی زیارت ہوئی انہیں بائیس سال ہو گئے ہیں وہاں رہتے ہوئے وہ اپنا کمال یہ بتا رہے تھے کہ میں نے بائیس سال میں ان کافروں کی زبان نہیں سیکھی۔ اب اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بائیس برس میں وہ ان کا بگاڑ بھی کچھ نہیں سکے ان سے تو وہ بات ہی نہیں کر سکے ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یعنی ایک آدمی بائیس برس گذار دیتا ہے اس مسجد میں کوئی دو چار دس پانچ ایسے شریف آدمی ہوں گے جن کی وہ رہنمائی کر سکتا ہو کہ ان کو کفر سے نکال کر ان کے دل میں اللہ کا نور اور ایمان پہنچا دے تو کتنی بڑی بات ہے تو یہ اس طرح کی باتیں جو ہیں علوم جدیدہ کی۔ تقدس اگر ہے زبان میں عربی میں ہے اللہ کی زبان ہے قرآن کی زبان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے لیکن اس کا تقدس دوسری زبانیں سیکھنے سے منع تو نہیں کرتا جس طرح پنجابی بولتے ہیں اس میں کیا تقدس ہے آپ اردو بولتے میں اس میں کونسا تقدس ہے آپ بے شمار زبانیں سیکھتے ہیں اسی طرح انگریزی بھی ایک زبان ہے جو ساری دنیا میں بولی جاتی ہے ہمارے ملک کا تو اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ یہاں ساری سائنس ساری ٹیکنالوجی ہے ہی انگریزی میں جاپان میں جاپانی میں ہے کوریا میں کوریائی میں ہے جرمن میں جرمن کی زبان میں ہے ایران میں فارسی میں ہے اور فرانس میں ان کی اپنی اس فرانسیسی میں ہے سویڈن میں سویڈش میں ہے ساری دنیا کے ہر ملک کی ٹیکنالوجی جتنے ممالک جو ہیں کام کر رہے ان کی اپنی زبان میں ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پرائمری پاس بندہ بھی ساری ٹیکنالوجی پڑھ لیتا ہے کتاب دیکھ کر۔ یہاں ساری ٹیکنالوجی انگریزی میں ہے پہلے تو کوئی انگریزی میں ماسٹر کی ڈگری لے اول تو یہاں تک کوئی نہیں پہنچتا جب وہاں تک پہنچے تو اس کے پاس صرف کاغذ ہوتے ہیں انگریزی پڑھ لکھ نہیں سکتا۔ پڑھ لکھ سکے تو اسے پیچھے روزگار کی بھیڑ ہوتی ہے ماں باپ بیوی بچوں کا پیٹ پالنا کوئی لاکھوں میں سے ایک نکلے جو ٹیکنالوجی سیکھنے جائے اور یہ رکاوٹ ہمارے یہاں برسر اقتدار طبقہ نے جان بوجھ کر لگائی ہے وہ نہیں چاہتے کہ ہر آدمی جو ہے وہ

آزادی سے کھانا کھائے اور وہ ہم سے پوچھنے آ جائے کہ تم کیوں حکومت کر رہے ہو میں کیوں نہیں کر سکتا۔ حکومت کی ضرورت ہے کہ ہر آدمی جو ہے وہ بھوکا پیاسا مجبور بمشکل اپنی صبح شام کی روٹی میں عمر بسا دے انہیں کوئی نہ پوچھ سکے۔ تو وہ انگریزی اپنے بچوں کو تو دنیا بھر میں بھیج کر پڑھا لیتے ہیں اردو میں پڑھیں تو میرے آپ کے جو پرائمری مڈل ہیں، یہ بھی کتاب پڑھ کے دیکھ لیں گے کہ ریڈیو کیسے مرمت ہوتا ہے ٹی۔ وی کیسے کام کرتا ہے ٹیلی فون کا کیا طریقہ ہے تو یہ تو ہر آدمی کا کام ہے تو جو ملک ترقی کر گئے ہیں ان کی وجہ ہی یہی ہے۔ اب جاپان سے آپ کو جو بڑی بڑی چیزیں ملتی ہیں میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ وہ ساری چیزیں کارخانے میں نہیں بنتیں۔ گھروں میں بھی بنتی ہیں کوئی گھر والا صرف سکرو بنانے شروع کرتا ہے ایک خاص ٹائپ کے تو ساری عمر وہ سکرو ہی بناتے رہتے ہیں دوسرا کوئی نٹ بناتا ہے تیسرا کوئی کیبل بناتا ہے کارخانہ دار جو ہے اس نے مختلف لوگوں کو بانٹی ہوئی ہوتی ہے وہ آگے بن کر آتی ہیں کارخانے میں ریڈیو بن جاتا ہے ٹی۔ وی بن جاتا ہے یہ ہو جاتا ہے وہ ہو جاتا ہے تو وہ پیسہ صرف کارخانہ دار کو نہیں جاتا بلکہ ہر اس آدمی کو جاتا ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا کام کر رہا ہوتا ہے۔

تو یہ حال یہاں ٹیلی ویژن اور تقریر کا بھی ہے جو چیز بغیر ٹیلی ویژن کے دیکھنا یا سننا حرام ہے اس کا دیکھنا اور سننا ٹیلی ویژن میں بھی حرام ہے ناچ گانا بغیر ٹیلی ویژن کے اگر حرام ہے تو ٹیلی ویژن میں بھی حرام ہے تعلیم و تربیت کے پروگرام یا وہ چیزیں جو معاشرے کی اصلاح کر سکتی ہیں یا مفید ہیں ان کا اگر بغیر ٹی۔ وی کے دیکھنا درست ہے تو ٹی۔ وی میں دیکھنا بھی درست ہے۔ وہ تصویر جس کے ساتھ آپ آج بھی عقیدت وابستہ کر لیں وہی عہد جہالت کا بت ہے اور وہ تصویر جو آپ کی ضرورت یا محض یادداشت کے لیے ہو جیسے ادارے میں کوئی فنکشن ہوتا ہے تو آپ تصویریں لے لیتے ہیں آنے والوں کے لیے کہ جانے والے کتنا کام کر رہے تھے تو یہ اس ضمن میں آتی ہیں میرا خیال یہ ہے جو لوگ اتفاق نہیں کرتے ان کی رائے بھی مبارک ہے ان کی اپنی مرضی۔ بہرحال جو موجودہ دور کی اس میں راہ ہے وہ ہے بین بین۔

سوال : دوران ذکر چند سیکنڈ کے لے آنکھ کھل جائے تو کیا انوارات آنے ختم ہو جاتے ہیں؟

جواب : آنکھ کھلنے بند ہونے کی بات تو نہیں لیکن آنکھ جب کھلتی ہے تو وہ کسی طرف دیکھتی ہے توجہ کو ڈسٹرب کرتی ہے محض آنکھ جھپکنے کے لیے آنکھ کھلنا تو نہیں توجہ کسی طرف ڈرائیورٹ ہو گی تو ٹھیک نہیں۔

سوال : اخبار پڑھنے سے دل پر نحوست کا اثر پڑتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : ہر لفظ ہر بات میں یا نور ہے یا ظلمت۔ ہر چیز یا میٹھی ہے یا کڑوی ہر چیز کا ایک نہ ایک اثر ہے آپ ایک اچھی بات پڑھیں گے تو دل میں بھی نور پیدا ہو گا آپ جھوٹ پڑھیں گے خرافات پڑھیں گے تو دل پہ بھی ظلمت آئے گی یہ تو بڑی سادہ سی بات ہے۔

سوال : دوام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیات کیا ہے؟

جواب : یہ تو وہی جانے جنہیں نصیب ہوتی ہیں کیفیات نہ الفاظ میں سمجھائی جا سکتی ہیں نہ ان کے لیے الفاظ ہوتے ہیں کیفیات محسوس کی جا سکتی ہیں لکھی پڑھی اور بیان نہیں کی جاسکتیں دوام حضورؐ کی حضوری حاصل رہتی ہے جب کہ وہ کام دوسرا کر رہا ہوتا ہے دیکھ دوسری طرف رہا ہوتا ہے۔ بات دوسرے سے کر رہا ہوتا ہے لیکن اُس کے باوجود وہ حال اس کا قائم رہتا ہے اور یہ کیسے نصیب ہوتی ہے یہ اللہ کی عطا سے نصیب ہوتی ہے یہ زبردستی نہیں ہوتی۔ ہر آدمی دعا کر سکتا ہے ہر آدمی مجاہدہ کر سکتا ہے ہر آدمی محنت کر سکتا ہے لیکن میں نے بارہا عرض کیا ہے کہ یہ جو نعمتیں ملتی ہیں یہ ثمرات ہوتے ہیں اور ثمرات ہمیشہ اللہ عطا کرتا ہے۔

سوال : دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کے لیے بلند منازل ضروری ہیں یا کم منازل کے باوجود یہ نصیب ہوتی ہے؟

جواب : جب قربت نصیب ہوتی ہے تو منازل خودبلند ہو جاتے ہیں اب کوئی کہے کہ کشتی کرنے کے لیے صحت ضروری ہے کشتی وہی کرے گا جس کی صحت ہو گی بیمار کیا کرے گا بھائی اور جسے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت زیادہ قرب نصیب ہو گا اس کی منازل بلند نہیں ہوں گی توکس کی ہوں گی یہ قرب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یا بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب جو ہے یہ منازل کی بلندی کا سبب تو بنتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ اسے مراقبات میں ترقی نصیب ہو گی۔ وہ معروف طریقے سے ہی ہوتی ہے ہاں اس میں استعداد زیادہ بیدار ہو جاتی ہے تو دوسرا اگر اسے سال بھر توجہ دی جائے تو وہ منازل تک پہنچے تو ایسے آدمی کو ایک توجہ دی جائے تو ان منازل تک چلا جاتا ہے یہ فرق پڑتا ہے لیکن راستہ معروف طریقے سے ہی طے ہو گا الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں خالی صدیوں میں کوئی ایک آدھ بلکہ میرا خیال ہے شاید کہ کوئی ہزار صدی بعد کوئی ایک آدھ آدمی ایسا ہو جس کی تربیت ہی دربار نبوی سے کی جائے اور یہ لوگ آنے والے انقلاب کی فاؤنڈیشن اور بنیادی پتھر ہوا کرتا ہے لیکن یہ ہزاروں سال بعد کوئی ایک آدھ آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جس کی تربیت ہی وہاں سے کی جائے یہ بڑی عجیب سی بات ہے میرے آپ کے سمجھنے سمجھانے کی نہیں یہ وہی جانیں جنہیں نصیب ہوتی ہے۔ بہرحال دین اس رشتے کا نام ہے جو امتی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیب ہوتا ہے وہ رشتہ جتنا ستھرا جتنا کھرا---- نصیب ہو گی اور یوں اطاعت ادب اور عقیدت یہ تین دھارے مل کر مومن کے ایمان کو سیراب کرتے ہیں ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ کریم سب کو نصیب فرمائے۔

سالانہ اجتماع

۷۔جولائی ۱۹۹۳ء سے دارالعرفان (منارہ ضلع چکوال) میں شروع ہے جو تقریباً چالیس روز تک جاری رہے گا۔

ضرور شرکت فرمائیے۔

اللہ اور قلبِ انسانی

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم مذہب یا دین بظاہر ایک طرز حیات ہوتا ہے ایک تہذیب ہوتا ہے زندگی گزارنے کے رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں چلنے کا راستہ ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ عقیدت وابستہ ہوتی ہے ایمان وابستہ ہوتا ہے اور وہ راستہ کسی بندے کا بنایا ہوا نہیں بلکہ کائنات کے مالک کا بتایا ہوا ہوتا ہے اور اس تہذیب اور اس معاشرت کے ساتھ ایک طاقت وابستہ ہوتی ہے کہ یہ میرے خالق یا کائنات کے پروردگار کا بنایا ہوا طریقہ حیات ہے اور اس پر چلنے میں دنیا میں بھی آسانی ہو گی اس لیے کہ جو طریقہ اس نے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے یہی صحیح ترین طریقہ ہے اور کسی بھی کام کے کرنے کا جو صحیح طریقہ ہوتا ہے وہ آسان ہوتا ہے ان طریقوں کی نسبت جو غلط ہیں اور ابدی اور دائمی زندگی میں وہی طرز عمل اللہ کے قرب اور اخروی نجات اور سربلندی کا سبب ہوتا ہے۔ اب یہ دونوں باتیں اتنی لازم و ملزوم ہیں کہ اگر آپ اپنے دن بھر کے جو ٹائم ٹیبل ہیں ان میں سے اللہ کا تصور نکال دیں تو وہ سارا ٹائم ٹیبل خواہ اس کے مطابق ہو جو دین نے دیا ہے اللہ کے ساتھ ایمان نکلنے سے اس کی جان نکل جاتی ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ ایمان ہے لیکن ہمارا دن بھر کا جو عمل ہے وہ اس نظام کو فالو نہیں کرتا اس ٹائم ٹیبل کو فالو نہیں کرتا اس طریقہ حیات کے ساتھ نہیں چلتا جو اللہ نے دیا ہے یہ معاملہ پھر مشکوک ہو جاتا ہے کہ کیا ایمان ہے یعنی یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور اس میں عبادات ایک زائد چیز ہے کھانا کمانا گھر بنانا بچے پالنا کاروبار دوستی دشمنی یہ تو ہر شخص کو اس سارے اس عمل سے گزرنا ہوتا ہے لیکن عبادات اس پر زائد لگا دی گئیں عبادات کا حاصل یہ ہے کہ ہر عبادت اللہ سے بندے کا تعلق اتنا مضبوط کرے کہ عملی زندگی میں اسے اللہ کے احکام پر عمل کرنا آسان ہو جائے کیونکہ عمل جب ہو گا اس نظام پر۔ آدمی اپنے لیے خود سوچنے کی قوت رکھتا ہے اس کے گرد جو لوگ بستے ہیں معاشرہ وہ ایک طرز حیات اپناتا ہے تو آدمی کہتا ہے کون ان کے ساتھ لڑتا جھگڑتا رہے جیسے یہ لوگ رہ رہے ہیں ایسے گزارا کر لو پھر ملکی حکومتیں ہوتی ہیں نظام ہوتے ہیں سیاسی ایک فضا ہوتی ہے اور وہ لوگ مل کر ایک نظام بناتے ہیں پھر بندہ کہتا ہے کہ اتنے بڑے طوفان سے میں کیا اکیلا ٹکراؤں گا تو جیسے یہ لوگ جی رہے ہیں میں بھی گزارا کرلوں اس ساری ٹکر لیتے کے لیے تمام نظاموں کی پراوہ نہ کرنے کے لیے تمام طاقتوں کی پرواہ نہ کرنے کے لیے اور صرف ایک ہستی کی خاطر جینے اور مرنے کے لیے عبادات فرض کی گئیں کہ اللہ سے اتنا رشتہ استوار ہو جائے کہ بندہ کبھی اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ کرے کبھی اپنے آپ کو کمزور محسوس نہ کرے کبھی اپنے آپ کو معاشی حالات کے سامنے یا سیاسی حالات کے سامنے یا ماحول کے سامنے اپنے آپ کو کمزور اور بے بس نہ پائے اور اس کا مقابلہ کر سکے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم جس دور میں رہ رہے ہیں بحمد اللہ انسانی آبادی کا ایک تہائی حصہ اعداد و شمار کے مطابق مسلمان ہے اس وقت دنیا کی آبادی چھ سو کروڑ یا چھ ارب کے لگ بھگ ہے کچھ تھوڑی سی زیادہ ہے یہ پچھلے سال کے اعداد و شمار میں ان میں دو ارب یا دو سو کروڑ مسلمان ہیں یعنی ہر تیسرا بندہ مسلمان ہے پوری دنیا کا ہر تیسرا بندہ

فرانسیسی تھا تاتاری تھے وسط ایشیائی اقوام تھے مغل تھے مسلمان تھے یا کوئی اور قوم تھی سب نے یہاں تک پہنچنے کی کوشش کی کہ دنیا کا بہترین خطہ ہے تو وسائل بھی مسلمانوں کے پاس ہیں افرادی قوت بھی مسلمانوں کے پاس ہے اور اللہ کا دیا ہوا نظام بھی مسلمانوں کے پاس ہے اتنی طاقتوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں ذلیل ترین قوم مسلمان ہے۔

ہم جب سکول پڑھا کرتے تھے تو ہمارے ساتھ ہندو بھی پڑھتے تھے سکھ طلباء بھی پڑھتے تھے تو سکھوں سے تو پھر کبھی تو تو میں میں ہاتھا پائی ہو جاتی ہندو کے متعلق ہم نے یہ سوچا ہی نہیں ہندو استاد نہیں مارتے تھے لڑکوں سے تو کیا جھگڑا ہونا ہے جو ہندو اساتذہ ہوتے تھے نا سکول کالجوں میں ہمیں ان سے بھی کوئی ڈر نہیں ہوتا تھا کہ فلاں مضمون کا استاد ہندو ہے وہ سزا دے گا؟ ہندو کیا سزا دے گا آج کے اخبار اٹھا کر دیکھ لو ہندو رکتا ہی نہیں مسلمانوں سے روز پانچ ہزار چھ ہزار مسلمان مار دینے سے ان کا کوئی ناشتہ نہیں بنتا کبھی آپ نے سوچا مسلمان اتنے کمزور کیوں ہیں؟

اسلام کی اصل انسان کے دل کا وہ تعلق ہے جو اللہ کے ساتھ استوار ہے اس پر کردار کی عمارت تعمیر ہوتی ہے اور اسلام میں وہ تعلق اتنا طاقتور ہے کہ جنہیں نصیب ہوا آپ ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرامؓ کو دیکھیں کہ کیا حیثیت تھی معاشرے، ماحول اور اس سارے کے مقابلے میں۔ مکے کے ماحول سے لے کر بین الاقوامی فضا تک آپ دیکھ لیں ان چند خوش نصیبوں کو جنہیں نور ایمان نصیب ہوا اس پوری دنیا کے ماحول کے مقابلے میں بظاہر ان کی کیا حیثیت تھی وہ نہیں ٹوٹے اور پوری دنیا کا نظام ٹوٹ گیا۔ یعنی اسلام کی طاقت کا آپ اندازہ تو اسی سے لگائیں کہ مٹھی بھر صحرا نشینوں کو ایمان نصیب ہوا اور پورے اس گلوب پر پوری اس زمین پر جو کفر پھیلا ہوا تھا اس نے ساری طاقت صرف کی انہیں توڑنے کے لیے اور وہ سلامت رہے اور وہ کفر ٹوٹ گیا۔ آج کیا اسلام وہ نہیں ہے یا اسلام کا نظام وہ نہیں ہے یا اسلام میں اللہ کے ساتھ رشتہ وہ نہیں ہے یا وہ نبی علیہ السلام یا وہ نبوت نہیں ہے کیا چیز بدل گئی کچھ بھی نہیں بدلا اگر بدل گیا ہے تو مسلمان کا دل اس میں وہ بات نہیں رہی کہ اس سے وہ طاقت اخذ کرتا اسے اپنے وجود کا حصہ بناتا اور اس پر کھڑا ہو کر کام کرتا، قلبی اور باطنی قوت ہم نے کیا حاصل کرنا تھی ہم تو اتنے پیچھے چلے گئے کہ جو مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائے تھے نماز کا وقت ہوا تو وہ تین چار جا رہے تھے۔ ایک اذان کہہ دیتا ہے ایک اقامت کہہ دیتا ہے ایک آگے کھڑا ہو جاتا ہے سارا کام ہو جاتا ہے کوئی رکاوٹ نہیں آتی۔ جنازہ آتا ہے ہو جاتا ہے کاروباری معاملات ہیں ہو جاتے ہیں جہاد کے لیے اعلان کر دیا جاتا ہے وہیں فوج تیار ہو جاتی ہے اس میں آفیسر بھی بن جاتے ہیں جرنیل بھی بن جاتے ہیں سپاہی بھی بن جاتے ہیں اور وہ فوج بہترین کارکردگی دکھاتی ہے۔ وہی لوگ جو تسبیح پڑھتے ہیں وہ تلوار بھی چلا لیتے ہیں جو تلوار چلا لیتے ہیں وہ وعظ بھی کر لیتے ہیں جو وعظ کرتے ہیں وہ نماز بھی پڑھا سکتے ہیں۔

اب تو حال یہ ہے کہ باپ مر جائے تو کوئی ملاں غسل دینے والا نہ ہو تو بیٹے غسل دے سکتے نہیں اور دینا چاہتے بھی نہیں انہیں اس سے نفرت اور کراہت آتی ہے کہ کون میت کو نہلاتا رہے جو دے سکتے ہیں وہ دینا چاہتے نہیں اور بیشتر ایسے ہیں کہ جنہیں یہ سمجھ ہی نہیں ہے کہ غسل کیسے دینا ہے میت کو جنازے کے لیے جائیں تو مولوی صاحب بتاتے ہیں کہ نیت اس طرح سے کرنا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ جن لوگوں کو میت کے پاس کھڑا کر کے بتانا پڑے تو اس طرح سے جنازے کی نیت کرنا انہیں کتنا اسلام آتا ہے۔ تو اگر یہ رشتہ ہمارا اسلام سے اتنا کمزور ہو گیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ جہاں سے معاشرے کا دباؤ آیا وہاں ہم دب گئے وہ جو طاقت تھی نا معاشرے کے سامنے صف آرا ہونے کی معاشرے کے ساتھ ٹکرانے کی اور معاشرے اور ماحول کو

مسلمان ہے اور اتنی بڑی قوم کے پاس ایک چپہ زمین نہیں ہے جس پر اسلام نافذ ہو عیسائی اپنے آپ کو کہتے ہیں بہت بڑی قوم ہیں لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں چونکہ باقی جو چار سو کروڑ بچتا ہے اس میں دنیا کی کوئی چار سو کروڑ قومیں بھی ہیں صرف عیسائی نہیں ہیں بے شمار اقوام عالم اسلام میں شامل ہیں عیسائیوں کے پاس ان کی مذہبی ریاستیں ہیں بلکہ انہوں نے کم از کم پوپ کو ایک شہر دے کر ایک آزاد مملکت ایک شہر کی تو بنا دی ہے ناپوری دنیا میں اور نہ مانیں ہم اگرچہ وہ اپنی باقی ریاستوں میں بھی عیسائیت کا اتنا لحاظ کرتے ہیں جتنا باقی امور کا نہیں کرتے لیکن اس سب کے باوجود انہوں نے ایک شہر سرے سے اپنے اس پوپ کے حوالے کر دیا وہاں کا سارا نظام اس کا ہے یہودیوں نے لڑتے بھڑتے کسی کے آسرے کسی کی ایڈ پر کسی کی مدد سے کسی طریقے سے ہی سہی لیکن انہوں نے یہودی ریاست اپنی بنائی ہوئی ہے وہ نقلی ہے وہ مصنوعی ہے وہ جھوٹی ہے جیسی بھی ہے۔ ہندوؤں کی ساری ریاستیں مذہبی ہوتی ہیں شروع سے لے کر آج تک ان کے ہاں مذہب کو ہمیشہ اولیت حاصل رہی ہے یہ الگ بات ہے کہ ہندوستان کے اس وزیراعظم نے کہا تھا کہ میں ہندو اس لیے ہوں کہ باقی مذاہب میں کچھ حدود و قیود ہیں ان کو توڑ دو تو آدمی مذہب سے نکل جاتا ہے لیکن ہندو مت میں کوئی قید نہیں کہ دو میں ہندو ہوں جو جی چاہے کرتے رہو تم ہندو ہی رہو گے یہ فلیکسبلٹی FLEXIBILITY اس میں اس لیے ہے کہ انسانوں کا بنایا ہوا ہے اور انسانوں کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے اور ہر انسان کی پسند کے مطابق خود کو ڈھالتا رہتا ہے اور سب سے بڑی انسانی اعداد و شمار کے اعتبار سے افرادی قوت کے اعتبار سے جو طاقت ہے وہ مسلمانوں کی ہے صرف افرادی قوت کے اعتبار سے نہیں۔

آپ کہتے ہیں مسلمان غریب ہیں یہ بات درست نہیں ہے دنیا میں امیر ترین قوم مسلمان ہے آپ دنیا کا نقشہ اپنے سامنے رکھئے روئے زمین کا نقشہ اپنے سامنے میز پر پھیلایئے اور مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک آپ دیکھیں گے جتنے زرخیز میدان ہیں وہ مسلمانوں کے پاس ہیں جتنے قیمتی دریا ہیں وہ مسلمانوں کے پاس ہیں جتنے قیمتی سمندر ہیں وہ مسلمانوں کے پاس ہیں جتنی خوبصورت بندرگاہیں ہیں وہ مسلمانوں کے پاس ہیں اور جتنے خوبصورت پہاڑ ہیں دنیا کے وہ مسلمانوں کے پاس ہیں منرل کا بیشتر حصہ پٹرول سے لے کر سونے اور جواہرات تک مسلمانوں کے پاس ہے بلکہ اس سال کا جو معاشی جائزہ لیا گیا اس میں مغرب والوں نے بہت کوشش کی کہ ہم مسلمانوں کو یہ پھونک نہ دیں اور انہیں مغالطے میں رہنے دیں کہ تم غریب ہو اس کے باوجود انہیں بھی یہ بتانا پڑا کہ دنیا کے جتنے وسائل ہیں روزگار کے ان میں سے چھتالیس فیصد مسلمانوں کے پاس ہیں یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو اہل مغرب نے مسلمانوں کو محکوم رکھنے کے لیے اور انہیں یہ بتانے کے لیے کہ تم غریب ہو تم کچھ نہیں کر سکتے بہت سا کاٹ واٹ کر انہوں نے کم از کم جو بتایا وہ بھی چھیالیس فیصد ہے ورنہ میرے اندازے کے مطابق مسلمانوں کے پاس چھہتر فیصد وسائل ہیں

کافروں کے پاس ہے کیا جتنے ممالک کافروں کے پاس ہیں سال کا بیشتر حصہ تو وہ منجمد رہتے ہیں جتنے برفانی علاقے ہیں ان میں وہ فصلیں ہوتی ہیں جو برف کے علاوہ دو چار مہینوں میں سارا امریکہ پھر لو آپ کو جگہ جگہ مکئی کی کاشت نظر آئے گی دوسری کوئی فصل نہیں ہوتی اس لیے کہ سارا سال تو وہاں برف رہتی ہے آپ سارے شمالی امریکہ میں پھر جائیں تو سارے شمالی امریکہ میں سوائے مکئی کے کوئی کاشت نہیں اسی طرح جنوب میں چلے جائیں تو جنوبی ممالک میں بھی یہی حال ہے لیکن مسلمانوں اور خصوصاً آپ اپنے اس ملک کو دیکھ لیجئے کہ دنیا کی کوئی چیز یہاں درآمد نہ کی جائے تو انسانی ضروریات کی ساری چیزیں یہاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ جس قوم کو چلنے کی سکت نصیب ہوئی وہ اس ملک تک پہنچنے کے لیے تڑپتی رہی خواہ وہ انگریز تھا امریکن تھا

پھاڑنے کی وہ ختم ہو گئی اور مسلمان ایک مائع جیسی چیز بن گئے جس برتن میں ڈالو اسی میں وہ فٹ ہو گیا جس سانچے میں ڈھالو اسی میں وہ ڈھل گیا حالانکہ مسلمان تو اللہ کا رنگ تھا قرآن نے کہا

صبغتہ اللہ مسلمان تو اللہ کا رنگ ہے ومن احسن من اللہ صبغتہ اللہ سے خوبصورت رنگ اور کس کا ہو سکتا ہے یہ مصیبت اس لیے آئی کہ ہم نے وہ مخزن اور مرکز جو تھا اسلام کا یعنی قلب انسانی جس پر سارا قرآن زور دیتا ہے ہر عبادت میں خلوص شرط ہے خشوع شرط ہے خضوع شرط ہے اور پھر فرماتا ہے کہ سدا ہر وقت اللہ کی یاد سے دل کو آباد رکھو اور اگر دل اللہ کے نام سے خالی ہو گیا تو وہ آدمی کسی کام کا نہیں۔

ولاتطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا - اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایسے آدمی کو کوئی اہمیت نہ دی جائے جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے خالی کر دیا یعنی جو قلب ذاکر نہیں ہے اللہ کریم فرماتے ہیں یہ میری طرف سے سزا ہے کہ میں نے اس کے دل سے اپنی یاد نکال دی کسی گناہ کی پاداش میں کسی جرم کی پاداش میں کسی غفلت کی سزا کے طور پر بطور سزا میں اسے توفیق نہیں دے رہا ہوں کہ میرے نام کو اپنے دل میں آباد رکھے اور فرمایا

وما جعلنا لرجل فی جو فہ من قلبین کسی سینے میں میں نے دو دل نہیں رکھے ایک میں اللہ کو بھی بسالے اور ایک میں دوسرے ماحول اور معاشرے کے لیے یا دنیا کے لیے بھی جگہ کر لو ایک ہی دل ہے اور اس میں ایک ہی طاقت رہے گی کسی کو دو دل عطا نہیں فرمائے ایک ہی دل دیا ہے اور اس میں ایک ہی طاقت رہے گی اگر وہ دل کو سلامت چاہتا ہے تو میری یاد میں اس کی سلامتی ہے اور اگر میری یاد گئی تو یہ سمجھ لو کہ اس سے روح چلی گئی پھر وہ کھنڈر ہے ایک ویرانہ ہے جہاں ویرانے اور کھنڈر ہوتے ہیں وہاں جھاڑ جھنکار اگتے ہیں جنگلی جانور اور موذی جانور اپنے رہنے کی جگہ بنا لیتے ہیں وہاں سانپ ہوتے ہیں بچھو بستے ہیں جانور بسیرا کرتے ہیں کھنڈروں میں کوئی آبادی نہیں ہوتی کھنڈروں میں الو بولتے ہیں آباد گھروں میں آبادی ہوتی ہے اور دل آباد ہو تو اس کا باسی صرف اللہ ہے اور کسی کے لیے جگہ نہیں۔

تو جب سے یہ پہلو مسلمانوں سے چھوٹا آپ باقی دنیا کو چھوڑ دیجیے آپ اپنی ذات کا اندازہ لگائیے کہ جب سے اللہ نے آپ کو ذکر کی توفیق دی ہے اگر آپ پورا سٹینڈ نہ لے سکیں معاشرے کے سامنے تو پوری طرح سے اپنی شکست بھی نہیں مانیں گے ایک مقابلے کی قوت تو دے گیا ہے اور اللہ کی شان ہے کہ ہم نے تو اس طرح پہلوتہی کی کہ کسی نے چار کتابیں پڑھ لیں تو اس نے سمجھا کہ یہی دین ہے باقی سارا دنیا کا نظام اس نے چھوڑ دیا کسی کے پاس دکان آ گئی تو اس نے سمجھا بس ٹھیک ہے میں سودا اچھا تولتا ہوں جھوٹ نہیں بولتا منافع مناسب ہے یہی اسلام ہے باقی کی ضرورت ہی نہیں کسی نے دو تقریریں یاد کر لیں اس نے کہا میں بڑا دین کا کام کر رہا ہوں میں نے وعظ کر دیا اب بات ختم ہو گئی باقی کی ضرورت ہی نہیں کوئی فوج میں یا محاذ پر چلا گیا اس نے کہا میں نے تو بہت ہی حد کر دی حالانکہ مسلمان تو وہ ہے جو ہر ضرورت کے وقت ہر کام کے لیے کمر بستہ رہے وہ تو اللہ کا سپاہی ہے اللہ کا غلام ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے اس کی ذمہ داری یہ نہیں کہ مجھے کیا کام کرنا ہے جس کام کا حکم دیا جائے اسے وہی کام کرنا ہے اور ایسے ہی مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمائے تھے قیصر و کسریٰ کے درباروں میں جو لوگ گئے انہیں کونسی یونیورسٹی نے ' کون سے انسٹی ٹیوشن نے سفارتی آداب سکھائے تھے جو جرنیل بنایا گیا چرواہا پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا سالار یہ ہو گا- اور تاریخ میں وہ مانے ہوئے جرنیل ثابت ہوئے انہوں نے کونسا کورس کر لیا تھا صرف ایک کورس کہ ان کے دل قلب اطہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئے تو وہ اس دولت سے بھر گئے جو اسلام کی اصل اور بنیاد بنی اور اس میں یہ یاد رکھیں-

جب دل میں اللہ کا نور آتا ہے تو صرف آخرت نہیں بنتی

دنیا کا شعور بھی آ جاتا ہے دنیا کے ہر کام کی سمجھ آنے لگ جاتی ہے ہر مشکل کا حل دکھائی دینے لگتا ہے اس لیے کہ یہ ساری باتیں جو ہیں اللہ کی ذات نے مخلوق کو سکھائیں اور اگر کسی کے دل میں اللہ ہی بستا ہو تو وہ دل جو ہے سارے شعبوں کا وہ منبع بن جاتا ہے چونکہ ذات باری کی تجلیات جس دل میں منعکس ہوتی ہیں اس دل میں وہ کمالات ازخود پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ تاریخ انسانی میں مثبت انقلاب جب بھی کبھی آیا وہ صاحب دل حضرات کا لایا ہوا ہوتا ہے - بادشاہوں نے سرحدیں سلطنتوں کی تبدیل کر دیں بادشاہوں نے لوگوں کو اقتدار سے محروم کر کے دوسروں کے سپرد کر دیا بادشاہوں نے شہر اجاڑے شہر بسائے لیکن انسانی دلوں کی تبدیلی کا انقلاب جب بھی آیا اور برائی سے نیکی کی طرف جب بھی لائے جدائی سے وصال کی طرف جب بھی لائے اہل اللہ ہی لائے اور یہ اتنی قیمتی دولت تھی کہ جن لوگوں کو اس کا شعور نصیب ہوا انہوں نے اس پر مختص کرنے کی حد کر دی۔

یہ لڑکے چترال جب گئے تو مسجد میں بیان کرتے ہوئے انہوں نے لطائف کی بات کی تو ایک بزرگ ان سے ملے اور وہ کہنے لگے کہ میں جب پڑھتا تھا اور اپنے استاد کے پاس تھا تو میرے استاد لطائف کی بات کیا کرتے تھے پھر وہ مجھے لطائف سکھاتے رہے اور بیس برس میں انہوں نے مجھے دو لطیفے کرائے بیس سال مجاہدہ کرایا اور پہلا اور دوسرا لطیفہ مجھے کرایا اس کے بعد حضرت فوت ہو گئے اور تیس برس ہو گئے ہیں میں وہ دو لطیفے کر رہا ہوں آج تک مجھے کوئی بندہ نہیں ملا جو لطائف کا نام بھی لیتا ہو جانتا بھی ہو سکھاتا تو کون تیس برس بعد آج پہلی دفعہ سنا ہے کہ کوئی شخص اس فن سے واقف ہے اور لطائف کی بات کر رہا ہے تو آپ اگر مجھے صرف لطائف پورے کرا دیں تو میں سمجھتا ہوں میں نے زندگی کا حاصل پا لیا۔

لوگوں نے سینکڑوں میل پاپیادہ چل کر مشائخ کو دریافت کیا لوگوں نے گھربار اور جائیدادیں اور کاروبار چھوڑ کر بلکہ یہ تو حال ہی یہی تھا یہ انقلاب پھر حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ لائے

چوں فکر اندر عبائے شاہی آمد
زتدبیر عبیداللہ آمد

انہوں نے پھر اس میں یہ مثبت انقلاب شروع کیا کہ آدمی دنیوی کاروبار بھی کرے، معاشرے میں بھی رہے، کھائے، پیئے، بھی، لباس بھی پہنے اور اس کا دل بھی زندہ ہو کمال یہ ہے کہ معاشرے میں مکمل و کامل انسان بن کر رہے۔ دل زندہ ہو، معاشرے سے کٹ کر دل زندہ کیا تو پھر اچھا کیا لیکن صرف ایک پہلو کیا - ایک پہلو تو اس سے چھوٹ گیا حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسیع زمینداری تھی اور اس میں ایک سوہل چلتا تھا اس وقت ٹریکٹر ویکٹر تو نہیں تھے زمین کی پیمائش یہ ہوتی تھی کہ کتنے ہل کس کے چلتے ہیں تو ان کے سوہل چلا کرتے تھے اچھا لباس پہنتے تھے اچھی طرح رہتے تھے۔ ایک آدمی کو خیال گزرا کہ یہ کیسے کام کرے گا دنیا کو کیسے چھوڑ سکے گا تو اس نے ایک دن، فجر مسجد میں تشریف رکھتے تھے تو اس نے کہا کہ حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ حج پر چلوں اگر آپ پروگرام بناتے تو میں بھی تیاری کرتا اور حج پر جاتے تو فرمایا حج میں تو اتنا ہی وقت ہے کہ اگر ہم چل پڑیں تو اللہ توفیق دے تو بمشکل حج کو پا سکیں گے ورنہ تو حج گزر جائے گا اس وقت تو پیدل لوگ چلا کرتے تھے تو اگر چلنا ہے تو گھر اطلاع بھجوا دیتے ہیں کہ ہم جا رہے ہیں چلو چلتے ہیں چل پڑتے ہیں اللہ اسباب پیدا کرے گا چلتے جائیں گے پیسے میرے پاس ہیں ہم پہنچ جائیں گے وہ کہنے لگا یہاں سے مسجد سے چل پڑیں؟ نہ کسی کو بتایا- میرا کاروبار ہے- فرمایا کاروبار تو میرا بھی ہے آپ کا کون کرے گا تو فرمایا جس کا ہے وہ کرتا رہے گا میرے پاس تو امامت ہے میں ہوں میں دیکھ رہا ہوں میں نہیں ہوں گا تو وہ کسی اور کو ذمہ دار بنا دے گا جن کے حصے میں آئے گا وہ دیکھتے رہیں گے وہ کہنے لگا میں تو آزما رہا تھا کہ آپ یہ دنیا

داری چھوڑ کر جا بھی سکیں گے کہ نہیں فرمایا ہم دنیا میں تو ضرور رہتے ہیں لیکن دنیا ہمارے دل میں نہیں رہتی ہمیں تو دنیا ہی میں رہنا ہے لیکن دنیا ہمارے اندر نہیں بستی یہ تمہیں غلطی لگی ہوئی ہے۔

پچھلے دنوں ہمیں امریکہ جانا ہوا ایک عرب شہزادی نے وہاں ایک مرکز بنایا اس کی لائبریری کی کتابوں پر اس نے اسی ہزار امریکن ڈالر خرچ کیے اس کی جو عمارت اس نے بنوائی اس وقت روئے زمین پر وہ اپنی مثال آپ اکیلی عمارت ہے بہت بڑی عمارت ہے ساری کچی کیچڑ سے بنا کر اس پر ایسی عجیب لپائی اور ایسا عجیب رنگ و روغن کیا گیا ہے کہ دنیا کی مثالی عمارت ہے اور اس کا جو نقشہ ہے بنا ہوا دنیا کے بڑے بڑے ماہرین صرف وہ نقشہ اور وہ میٹریل دیکھنے جاتے ہیں کہ یہ ایسی عمارت اس نے صرف کیچڑ گارے سے بنائی کیسے؟ اور چھت سے لے کر بنیاد تک سارا ہی گارا گارا اور کیچڑ کیچڑ ہے اور مختلف مسالے اور لپائی کی گئی ہے اس کی مختلف محرابیں مختلف گنبد اور ایسا نظام ہے روشنی کا مختلف رنگدار شیشوں کا کہ بے شمار وسیع عمارت میں سارا دن کسی کمرے میں بجلی نہ جلائیں کسی کمرے میں تاریکی نہیں ہوتی آپ کتاب پڑھ سکتے ہیں سارا دن کسی کمرے میں بجلی نہ چلائیں سارا دن کسی کمرے میں گرمی اور حبس نہیں ہوتا مختلف کمروں سے ہوا مختلف طریقوں سے گزرتی ہے عورتوں کا بہت بڑا شعبہ ہے تو مردوں کے شعبوں کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ ادھر کوئی خواتین ہیں مردوں کے بہت بڑے شعبے ہیں کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ حتیٰ کہ نماز کے لیے اندر اس کمپلیکس میں جو مسجد ہے اس میں آپ نماز پڑھ رہے ہوں خواتین ساتھ نماز پڑھ رہی ہوں تو پتہ نہیں چلتا انہوں نے وضو کہاں کیا خواتین کتنی ہیں کہاں پڑھ رہی ہیں اندر سے وہ سارا ایک ہے اس میں ایسے انہوں نے بنا دیا۔ ہوا یہ کہ وہاں مسلمان لڑے آپس میں - کسی نے کہا یہ کرنا ہے دوسرے نے کہا یہ نہیں کرنا۔ ایک نے کہا یا رسول اللہ کہنا ہے دوسرے نے کہا نہیں کہنا۔ لڑائیاں ہوئیں اس شہزادی نے سب کو فارغ کر دیا۔ کچھ لوگ وہاں رہ گئے اس نے امریکہ میں بیس میل لمبا اور دس میل چوڑا ٹکڑا خریدا۔ اس بلڈنگ کے اردگرد جو اس کی ملکیت ہے جس میں ایک بہت بڑا دریا بہتا ہے اور خوبصورت وادی ہے وہاں زمینیں ہیں اس کے پاس وہ بیس میل لمبا اور دس میل چوڑا ٹکڑا اس ادارے کی ملکیت ہے۔ علاقہ وہ ایسا ہے جہاں امریکہ کے انتہائی حساس اور سارا اٹامک سسٹم اس علاقے میں ہے اور پرانے ریڈ انڈین دور کا صحرائی علاقہ ہے اور اری زونا کے طوفان جو ہیں وہ تاریخ کا حصہ ہیں وہاں جب طوفان آتے ہیں ہوا کے تو وہ جو اس طرح سے بنتا ہے بگولا ساتھ اتنے بڑے بگولے آتے ہیں کہ اگر گاڑی پھنس جائے بگولے میں تو دس دس میل تک گاڑی کو بندوں سمیت پھینکتا ہے اور اس کی زد میں مکان آ جائے تو مکان کو لے اڑتا ہے وہ بگولا جہاں سے گزر جاتا ہے سات آٹھ ہفتے اس کا موسم ہوتا ہے جب ہم گئے تھے ہمیں دوستوں نے روکا تھا کہ اس موسم میں وہاں نہ جائیں ہمارے پاس تو وقت ہی یہی ہے وہاں لکھی ہے تو آ جائے گی اتنا تیز ہوتا ہے کہ جو تنکے اڑتے ہیں یہ بہاریاں جن کی بنائی جاتی ہیں اس بگولے میں جو تنکے اڑتے ہیں وہ سوا سوا ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ درختوں کے تنوں سے پار ہو جاتے ہیں وہ بگولا گزر جاتا ہے تو وہ تنکے آپ کو آر پار نظر آتے ہیں اتنی ان میں طاقت آ جاتی ہے ہم وہاں اس لیے گئے کہ ہمیں وہاں ایک دوست نے بتایا کہ وہ گزشتہ تیس سال سے بے آباد پڑا ہے عمارت گر رہی ہے لائبریری کا برا حال ہے اور یہودی اس علاقے میں بہت بڑا مرکز بنانا چاہتے ہیں اور اب عرب اسے بیچ رہے ہیں اور اب یہودی اس عمارت اور رقبے سمیت اس کو خرید رہے ہیں - تو ہم امریکہ کے اندر ہزاروں میل سفر کر کے وہاں گئے ہمارے سارے سفر میں ہمارا کھانا پینا ذاتی ہوتا ہے خواہ جہاز میں ہوں یا گاڑی میں ہوں ہم روکھی سوکھی روٹی ساتھ رکھ لیتے ہیں ان کا پکا ہوا نہیں کھاتے ہم چلے تھے ڈنمارک سے وہ شمال مشرقی کونہ ہے

امریکہ کا کینیڈا کے ساتھ۔ اور وہ جنوب مغرب میں ہے اور تین گھنٹے کا ٹائم ڈفرنس آ جاتا ہے وہاں تک پہنچتے پہنچتے راستے میں ایک جگہ جہاز بدلنا پڑا کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑا اتنی لمبی فلائٹ نہیں ہوتی وہاں ڈومیسٹکس فلائیٹ انٹر چینج ہوتی رہتی ہیں تو ہم صبح پہنچے اور ایک دن اور ایک رات پہلے چلا ہوا ساتھی شکاگو سے جو چلا بائی کار آیا سولہ گھنٹے مسلسل ڈرائیو کے بعد وہ وہاں پہنچا وہ کار پر آیا وہ اپنے ساتھ دو دن پہلے کی دہی میں مرچیں ملی ہوئی اور سوکھی روٹی ....

وہ کوئی ڈیڑھ سو میل کے قریب جنگل میں واقع ہے راستے میں ہوا کا طوفان تھا تین دن کی باسی روٹی اور دو دن کی تین دن کی باسی دہی زمین سے لے کر دس دس فٹ تک ریت اڑتی تھی ہم نے کار کے بینٹ پر وہ باسی دہی رکھ کر تین دن کی پرانی روٹی سے دو دن کی پرانی بھوک مٹائی کہنے والے یہاں دیکھ کر کہتے ہیں انہوں نے خلاف سنت کھایا ذرہ ان کی سنتیں اور ان کی شکل دیکھو ان کا حوصلہ دیکھو میدان عمل میں آکر کام کر کے دکھایا جائے پتہ چلتا ہے میں نے اس ویرانے میں جتنے ساتھی میرے ساتھ تھے ان میں کھانا پکانا کوئی نہیں جانتا تھا ایک ہفتہ وہاں رہا میں نے روٹیاں پکائیں اور ساتھیوں نے کھائیں جو ساتھی ساتھ تھے ان سے پوچھیے کہ سب کی ہانڈی روٹی میں پکاتا تھا اس لیے کہ دوسروں کو پکانی آتی نہیں تھی لیکن یہ اللہ کا شکر ہے کہ آج وہاں ہمارا ساتھی اس کی انتظامیہ میں ہے انہوں نے بیچنے کا ارادہ چھوڑ دیا بلکہ وہ ہم سے کہتے ہیں کہ آپ تصوف والی بات اس میں نہ کریں عام اسلامی مدرسہ بنائیں آپ ہی یہ سارا لے لیں ہم نے کہا بھئی ہم تو زندہ اس کے سہارے پر ہیں ہم تو جہاں ہوں گے یہ ہماری حیات ہے یہ ہو گا۔ اگر یہ نہیں ہو گا تو ہم آپ کی اتنی مدد کر سکتے ہیں کہ آپ یہودیوں کو نہ بیچیں باقی مدرسے آپ بناتے رہیں تو کچھ ساتھیوں کو اس پر بھی اعتراض ہوا۔ اے خدا کے بندو کبھی اللہ کی راہ میں نکل کر کام کر کے دیکھو کبھی معاشرے کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھو معاشرے میں اللہ کریم کتنی طاقت دیتا ہے کبھی کفر کے سامنے سینہ سپر ہو کر دیکھو اللہ کتنی مدد فرماتا ہے لیکن یہ سب تب ہو گا۔

جب آپ رسومات کو چھوڑ کر ہم کہتے ہیں یہ سارے نہیں ہم ساروں کے ذمہ دار نہیں مجھ سے میرے بارے پوچھا جائے گا مجھ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ سارے کرتے تھے تم نے بھی کیا یا نہیں آپ سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے گا یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ سارے مسلمان کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے آپ ساروں کی فکر چھوڑ دو۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کے زوال کا سبب یہ ہو گا کہ وہ کہیں گے بلکہ کہیں گے سب کہ یہ کرنا چاہیے - کرے گا کوئی نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زوال کے اسباب امت کو ارشاد فرمائے فرمایا ایک دور آئے گا لوگ کہیں گے یہ کرنا چاہیے سب کہیں گے یہ ایسا ہونا چاہیے ایسا کرنا چاہیے لیکن کرے گا کوئی نہیں اور یہ نصیحتیں بغیر عمل کے جو ہیں یہ زوال کا سبب بن جاتی ہیں۔

قوت عمل پیدا کیجیے آپ خوش نصیب لوگ ہیں جس نعمت کو لوگ ہزاروں میل پیدل چل کر تلاش کرتے تھے وہ اللہ نے آپ کو گھروں میں پہنچا دی۔ آپ کو اگر کرامت دیکھنا ہے تو اپنی ذات میں دیکھیے کہ ذکر کرنے سے پہلے حالت کیا تھی اور ذکر کرنے کے بعد کیا ہو گئی اس سے بڑی کوئی کرامت نہیں ہو سکتی کہ کسی انسان کی سوچ بدل جائے اس کا مزاج بدل جائے اس کا ضمیر بدل جائے اور اگر آپ کو مثبت تبدیلی نصیب ہو رہی ہے تو پھر آپ ذکر کو ثانوی حیثیت دیں اور باقی امور کو اولیت دیں وقت بچے تو ذکر کر لیا نہیں تو خیر ہے یہ تو پھر بھی ہو جائے گا تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ غیرت خداوندی یہ گوارا کرے گی کہ ایسے لوگ پھر اس کا نام لیتے رہیں تو کیوں دلوں سے نام چھین لیتا ہے اسی لیے اور پھر

جب مزاج بگڑتا ہے تا تو زندگی کی جو نعمت ہوتی ہے وہ موت کا سبب بن جاتی ہے جب مزاج بگڑتا ہے آدمی جب بیمار ہوتا ہے آپ اسے کھانا کھلائیں وہ اس سے مر سکتا ہے طبیب منع کرتے ہیں آپ اسے گندم کی روٹی نہیں دیجئے یا اسے آپ گھی نہیں کھلائیے یا اسے آپ دودھ نہیں پلائیں بھئی دودھ گھی کھانے سے کوئی مرا کرتا ہے یہ تو زندگی کا سبب ہے دودھ تو ایسی غذا ہے جو غذا بھی ہے دوا بھی ہے مشروب بھی ہے اور غذا کا کام بھی دیتا ہے لیکن وہ آپ نے دیکھا ساری دنیا کا دودھ بند کر دیا حکیموں اور ڈاکٹروں نے ساری دنیا کا گھی چھڑا دیا گھی کھاؤ گے مرجاؤ گے 'کیا گھی میں زہر پیدا ہو گئی یا دودھ میں خرابی آگئی نہیں انسانی نظام بگڑ گیا اس میں اہلیت نہیں رہی کہ اسے ہضم کرے اسی طرح یہ جو ذکر اذکار ہوتے ہیں اگر مزاج بگڑ گیا تو یہ بھی موت کا سبب بن جاتے ہیں اللہ کی عظمت کی بجائے اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی فکر پڑ جاتی ہے اور یہ وہ مصیبت ہے جو ذکر نہ کرنے سے بھی بڑی مصیبت ہے اگر زندگی بھر نصیب نہ ہو اور تلاش اللہ دے دے جستجو دے دے تو یہ بڑی دولت ہے اور اگر یہ دولت مل جائے تو بجائے عظمت الٰہی کو پانے کے لیے لوگوں پر اپنے آپ کو مسلط کرنے خود کو پیر بنانے کی مصیبت میں پھنس گیا تو وہ تو بالکل ہی مارا گیا اس کے تو بچنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا اللہ معاف کر دے تو وہ کریم ہے اس کی رحمت محدود نہیں ہے لیکن یہ جرم ایسا ہے کہ اللہ اس سے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔

تو میرے بھائی! آپ خوش نصیب لوگ ہیں آپ کو اللہ کریم نے بہت بڑی دولت سے نوازا ہے لمحات کو گنئے اور اللہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ جو کام کرنا وہ ذکر اللہ کثیرا" جب تمہارا دم نکلے اور تمہارے دم شمار کیے جائیں تو پتہ لگے کہ زیادہ دم جو تھے وہ اللہ کے نام کے نکلے یہ نہ ہو کہ کبھی فرصت ملی تو کر لیا یہ فرصت کا کام نہیں ہے بلکہ یہ ہمہ وقتی کام ہے رات دن کا کام ہے صحت و بیماری کا کام ہے جوانی و بڑھاپے کا کام ہے ہر وقت ہر حال کا کام ہے اس لیے اللہ کریم نے اس میں اوقات اور حدود نہیں رکھے فرمایا۔

الذین یذ کرون اللہ قیاما وقعودا و علی جنو لبھم - تبلیغ کو جاتے ہو ضرور جاؤ ذکر کرو نماز پڑھتے ہو ضرور پڑھو ذکر کرو ہل جلاتے ہو ضرور چلاؤ ذکر کرتے رہو دوکانداری کرتے ہو ضرور کرو ذکر کرتے رہو یہ ذکر آپ کی تبلیغ میں تاثیر پیدا کرے گا یہ ذکر آپ کے ہل میں برکت پیدا کرے گا یہ آپ کی دوکانداری میں راست بازی پیدا کرے گا یہ آپ کو معاشرے مین زندہ رہنے کی توفیق عطا کرے گا اور جو دینی کام بھی کریں گے اس میں خلوص بھی ہو گا اور تائید باری بھی نصیب ہو گی اگر دل ویران ہو گا تو ظاہر داری ہو گی ایکٹنگ ہو گی اس میں عمل کی جو خصوصیت ہے وہ نہیں ہو گی۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہماری ان عاجزانہ اور حقیر سی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور ساری انسانیت کو اپنے نام کی گردان پہ لگا دے ہمارا ٹارگٹ تو یہ ہے آگے وہ جانے ہمارے ذمے تو یہ ہے جہاں تک آواز پہنچے صحرا و بیاباں میں بھی ہم تو چاہتے ہیں کہ ہر درخت ہر جھاڑی ہر پتہ بھی ذکر کرے ہر انسان کو اللہ ذکر نصیب کرے وہ مرد ہے یا عورت وہ گورا ہے یا کالا وہ دور ہے یا قریب لیکن جسے رب کریم نے پیدا کیا ہے اس کے دل میں اس کا نام آنا چاہیے ہماری محنت ہماری کوشش ہمار ٹارگٹ تو یہ ہونا چاہیے آگے اس کی مرضی کہ وہ کس کس کو نصیب کرتا ہے اللہ کریم انجام بخیر نصیب فرمائے اور اپنی یاد میں زندہ رکھے اپنی یاد میں موت نصیب فرمائے اور اپنے بندوں کے ساتھ حشر نصیب فرمائے دنیا و آخرت کی رسوائی سے پناہ دے موت کی سختی اور قبر کے عذاب سے اپنی امان میں رکھے۔

واخردعونا ان الحمدللہ رب العلمین۔

ضرورت

سرکولیشن انچارج

ماہنامہ المرشد لاہور

ایک محنتی، مستقل مزاج اور خدمتِ دین کا جذبہ رکھنے والے شخص کی ضرورت ہے جو المرشد کے دفتری اُمور، پرنٹنگ اور سرکولیشن کا انتظامی کام کر سکے۔

۱۔ تعلیم کم از کم میٹرک یا مساوی
۲۔ آفس کام کا تجربہ قابلِ ترجیح ہوگا
۳۔ سلسلے کا ساتھی ہو۔
۴۔ ابتدائی تنخواہ ایک ہزار روپے ماہوار ہوگی۔
۵۔ ریٹائرڈ حضرات بھی درخواست دے سکتے ہیں بشرطیکہ اچھی صحت ہو اور انتظامی اُمور کیلئے حسبِ ضرورت دوڑ بھاگ کر سکے

اپنے کوائف ایڈیٹر المرشد کو اس پتے پر لکھئے۔

ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ۵۴۷۷۰